ہندو دہرم میں بیدنیہ

جملہ حقوق محفوظ

# ہندو دھرم میں بدنیہ

یعنی

## ہندوؤں کے مذہب میں قربانی

مُرتّبہ

معین الدین احمدؐ

پروفیسر فارسی ولسن کالج بمبئی

۱۹۲۵ء

مطبوعہ کوآپریٹو پرنٹنگ سٹیم پریس وطن بلڈنگس لاہور باہتمام میاں
فیروزالدین صاحب منیجر

قیمت بارہ آنے

# دیباچہ

جیسا کہ میں نے اپنی کتاب دُکھوترم سُکھم نام کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ بعض دوست مُصر ہیں کہ قدیم آریوں[1] کے حالات پر اُردو اور انگریزی میں چھوٹے چھوٹے رسالہ لکھوں۔ جن سے تمدنی۔ اخلاقی اور مذہبی حالات معلوم ہو سکیں۔ کیونکہ وہ سنسکرت کی کتابوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ کام مشکل اور فرصت کم۔ تاہم فرمائشوں کی تعمیل لازم ہے۔ حقیقت میں علم کے دائرہ کو بڑھانے اور خیالات کے حلقہ کو وسیع کرنے سے بڑھ کر اور کوئی خدمت نہیں۔ اِس لئے توفیق کے موافق چند سطریں لکھ دینے کی میں نے جرأت کی۔ اُمید ہے کہ زیادہ معلومات والے ان پر اضافہ کر کے اس مضمون کو مکمل کر دینگے اور ان اوراق کو کتاب بنا دیں گے۔ اگر کہیں لکھنے میں غلطی یا معنوں میں خامی ہو۔ تو اس کو سہو اور نادانی پر محمول کرنا چاہیئے۔ جان بُوجھ کر معنے بگاڑنے کی نہ میں نے کوشش کی نہ نکتہ چینی کی نیت سے لکھا۔ جیسے پُرانے

---

[1] آریہ۔ اس لفظ کا مادہ رو (فارسی رفتن سے رو) ہے۔ رو کا عادتاً رہتا ہے اور اس سے آرین جاتا ہے۔ آخر میں یہ لگائی گئی جیسے فارسی میں ہ لگائی جاتی ہے۔ پس آریہ لفظ کے معنے ہوئے رونده۔ آزاد مرد جو کسی کا غلام نہیں۔ پھر اصطلاحی معنے شریف یا بزرگ وغیرہ پیدا ہو گئے۔

عربوں کی طرز معاشرت کی حکایات کا بیں نے سنسکرت میں ترجمہ کیا ویسے
ہی سنسکرت سے ناواقف شائقین علم کی خاطر آریوں کا برتاؤ اور طرز خیال
اردو اور انگریزی میں دکھایا۔ پس اگر کہیں غلطی ہو تو اصلاح کیجے اور غلطی بتاکر
مجھے شکریہ کا موقع دیجے۔ قدیم آریوں کے حالات جو بچپن میں قصہ کہانیوں
سے معلوم ہوئے۔ اور مدرسوں اور کالجوں میں تحریروں اور تقریروں میں
پڑھے اور سُنے۔ انکو میں سچ سمجھا کرتا تھا مگر گذشتہ بائیس تیئیس برس میں
سنسکرت کی بعض معتبر کتابوں کے پڑہنے کا مجھے موقع نصیب ہوا۔ میری آنکھیں
کھلیں اور یقین ہوا کہ بہت سی باتیں جو لوگوں میں مشہور ہیں جھوٹی ہیں۔ سُنی
سُنائی ہیں کتابی نہیں۔ مثلاً عرصہ ہوا جب یوروپین لوگ غباروں میں بیٹھ کر
اُڑتے تھے۔ اور چھتری سے لٹک کر زمین پر آ اُترتے تھے۔ اُس وقت
لوگوں میں چرچا سُنا گیا کہ قدیم ہندیوں میں بھی اس کا رواج تھا وہ اس کو
وِمان کہتے تھے۔ اور اس میں بیٹھکر سفر کیا کرتے تھے۔ اور اب بھی اِس قسم
کے تذکرے سُننے میں آتے رہتے ہیں۔ یہ بھی سُنا کہ ہندوستان کے قدیم باشندے
یوروپین لوگوں کی طرح بڑی عمر میں بیاہ شادی کیا کرتے تھے بچپن میں نہ کرتے
تھے۔ یہ بھی سُنا کہ عورتوں کے لئے پردہ کی رسم نہ تھی۔ بلکہ وہ بھی مردوں
کے ساتھ جلسوں میں شریک ہوتی تھیں۔ یہ بھی سُنا کہ وہ گوشت نہ کھاتے
تھے۔ اور مزید براں یہ بھی سُنا کہ یہ سب بُری رسمیں مسلمانوں کے وقت سے
اس ملک میں پھیلیں۔

چند سال ہوئے مجھے ایک اُستاد کی ضرورت تھی۔ ایک دوست نے
اپنے ایک ملاقاتی بی۔ اے سے مجھے ملایا۔ جن کی سنسکرت دانی کی تعریف مجھ سے
کی تھی۔ اثنائے گفتگو میں نئی ایجادوں کا تذکرہ آگیا۔ بی۔ اے صاحب نے
نہایت اطمینان سے کہا کہ لیجئے یہ ہوائی جہاز تو کوئی نئی ایجاد نہیں۔ ہمارے
بزرگ بھی ایسے جہازوں پر چڑھا کرتے تھے۔ یہ سُن کر مجھے شوق پیدا ہوا۔ اور

معاً میں نے کہا کہ مجھے اس کے زیادہ حالات بتائیے ۔ میں تو مدت سے تلاش میں ہوں کسی نے مجھے نہیں بتائے اور نہ پتا دیا ۔ اگر آپ کو یاد نہ ہوں تو کتاب کا نام ہی بتا دیجئے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ رامائن میں اس کا تذکرہ موجود ہے ۔ یہ سن کر میں دنگ رہ گیا کہ یہ لکھا پڑھا گریجویٹ اور یہ غلط بیانی ۔ پھر میں نے پوچھا کہ رامائن کے علاوہ اور کسی کتاب میں بھی اس کا بیان ہے ۔ بتائیے تو جہاز بنانے کا کارخانہ کہاں تھا ۔ انہوں نے پھر اصرار سے کہا کہ رامائن سے بڑھکر اور کونسی کتاب معتبر ہو سکتی ہے ۔ میں نے کہا کہ والمیکی رامائن تو میں سات مرتبہ دہرا چکا ہوں اور اب پھر پڑھ رہا ہوں ۔ اس میں تو ہوائی جہاز کا تذکرہ کہیں بھی نہیں ۔ بی ۔ اے صاحب نے ذرا حقارت سے جواب دیا کہ کیا رام مہاراج وِمان پر سوار ہو کر ایودھیا (اجودھیا) کو نہیں گئے تھے ۔ میں نے کہا کہ ضرور گئے تھے ۔ مگر وہ وِمان تو آدمی کا بنایا ہوا ہوائی جہاز نہ تھا ۔ بلکہ برہما کے حکم سے وِشوکرمہ (قوت خالقہ) نے بنا کر دولت کے دیوتا دھنپش مہاراج کو عبادت و ریاضت کے صلہ میں بخشا تھا ۔ چنانچہ ایودھیا شہر کی تعریف کرتے ہوئے والمیکی مہاراج کہتے ہیں ۔ (بالکانڈم)

विमानमिव सिद्दानां तपसाधिगतं दिवि ।

ایودھیا شہر ایسا خوبصورت اور بلند ہے جیسا کہ آسمان میں وِمان ۔ جو ریاضت کے صلہ میں نیک بندوں کو بخشا جاتا ہے ۔ اور پھر دیکھئے صاف صاف فرماتے ہیں ۔

मनसा ब्रह्मणा सृष्टे विमाने ।

برہما کی قدرت کے پیدا کئے ہوئے وِمان پر سوار ہو کر گئے (رامائن کشکندھا کانڈم ۔ ۱۲۷) اور پھر (رامائن سندر کانڈم سرگ آٹھ) میں کہتے ہیں ۔

कृतं स्वयं साध्यति वि वकर्मणा ।
तपःसंमां धान पराकमार्जितम्
मनःसमाधानविचारचरिणम् ॥

وِشوکرمہ (قوت خالقہ) نے اپنی اعلیٰ کاریگری کے نمونہ کے طور پر اس کو بنایا تھا۔ اور دھنیش مہاراج نے تپہ (ریاضت) اور تند اسے لَوْ لگانے کے صلہ میں حاصل کیا تھا۔ اور بہادری سے راون نے اُسے جیت لیا تھا۔ اور قوت قلبی کے تصرف سے خیال کی طرح چلتا تھا۔

قصہ مختصر والمیکی کی تحریر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ویمان ایک عطیۂ خداوندی تھا۔ آدمی کا بنایا ہُوا نہ تھا۔ روح کی طرح کام کاج کرتا تھا۔ سُنتا تھا۔ بولتا تھا۔ باتیں کرتا تھا۔ خوشی اور رنج سے متاثر ہوتا تھا۔ چنانچہ جب مہاراجہ رام نے آیودھیا پہونچکر ویمان کو رخصت کیا۔ تو وہ افسردہ دل ہو کر اپنے آقا دھنیش مہاراج کی خدمت میں واپس چلا گیا۔ انہوں نے اخلاص ظاہر کرنے کے لئے اس کو رام مہاراج کی خدمت میں لوٹ جانے کا حکم دیا۔ تب وہ پھر ایودھیا جا پہنچا۔ رام مہاراج نے اُسکی پوجا کی اور دھونیاں دیں۔ اور خوشبوؤں سے اُسے معطر کیا۔ اور اُسکی آؤ بھگت میں کھیلیں برسائیں۔ اور بڑی عزت کی اور کہا۔ کہ ہم بدخلق کہلانا نہیں چاہتے۔ تم اپنے آقا کی خدمت میں حاضر رہو۔ جب ہمیں ضرورت ہوگی تمہیں یاد کریں گے۔ تب آجانا۔ رام مہاراج کا یہ جواب سُنکر ویمان راجہ واپس چلا گیا۔ ایک دفعہ رام مہاراج کو ضرورت پڑی آپکا خیال کیا وہ فوراً آموجود ہوا۔ اس پر سوار ہو کر انہوں نے اپنی سلطنت کا دورہ کیا اور ایک شودر کو تپہ (ریاضت) کرنے کے قصور میں قتل کیا۔ (کیونکہ شودر کو تپہ کرنے کا حق حاصل نہیں۔ خدمت گاری ہی اس کا کام ہے) اور پھر ایودھیا پہونچکر اسکو رخصت کیا۔

آپ مجھکو ایسا ویمان بنائیے جو آدمی نے بنایا ہو۔ یُوں تو آریا لوگ خداداد ہاتھیوں اور گھوڑوں پر بھی سوار ہوا کرتے تھے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ ہاتھی گھوڑے بناتے تھے۔ یا اب ہم ریل اور موٹر پر سوار ہوتے ہیں جو یوروپین اور امریکن دیوتاؤں کی صنعت کے نمونے ہیں۔ اِس کے یہ معنے نہیں کہ ہم خاک نشین اُن آسمانی دماغوں کے نتائج کو اپنا کہیں۔ اور اِس پر فخر کریں۔ میرا جواب سُن کر پی۔ اے صاحب چُپ رہ گئے اور پھر کہنے لگے کہ ہم تو بزرگوں سے یہی سنتے آئے ہیں کہ ویمان پر لوگ چڑھا کرتے تھے۔ اور اب ہم بھی یہی خیال کرتے ہیں کہ وہ ویمان ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آج کل کا۔ بھلا بزرگوں کو کیسے جُھٹلایا جا سکتا ہے۔ اِس کے بعد وہ پی۔ اے صاحب مجھے کبھی نہیں لے۔

یہ مضمون لکھتے ہوئے اور چند واقعات ویمان کے متعلق یاد آ گئے۔ جب اندر دیوتا راجہ وسو کی عبادت اور ریاضت سے خوش ہوئے تب اُس سے کہا۔

दैवोपयोग्यं दिव्यं त्वमाकाशे स्फाटिकं महत्।
आकाशगं त्वां मद्दत्तं विमानमुपपत्स्यते।
त्वमेकः सर्वमर्त्येषु विमानवरमास्थितः।
चरिष्यस्युपरिस्थो हि देवो विग्रहवानिव॥

نے ہم تجھے آسمانی دیوتاؤں کی سواری کا بلوری ویمان عطا کرتے ہیں۔ جو دلی خواہش کے موافق چلتا ہے۔ اس میں سوار ہو کر تو دیوتاؤں کی طرح سیر کرتا پھریو۔ فانی انسان کو کبھی بھی یہ نعمت میسر نہیں آ سکتی۔ (مہابھارت۔ آدی پروہ صفحہ ۶۵):

اور دیکھئے۔ दक्षिणं सिन्धुमासाद्य ब्रह्मचारी जितेन्द्रियः।
अग्निष्टोममवाप्नोति विमानं चाधिरोहति॥

جو کوئی یاترا کرتے کرتے شمالی سمندر تک پہونچ جائے اسکو اگنشٹومہ قربانی کا

ثواب نصیب ہوتا ہے۔ اور ویمان سواری کو ملتا ہے۔

اور دیکھئے۔ ततो देशां समासाद्य त्रिरात्रोपोषितोनरः।

मयूरहंससंयुक्तं विमानं लभते नरः॥

جو کوئی وینا ندی کے تیرتھ پر تین راتیں گذارے۔ اس کو بھی مور اور ہنس جُڑا ہوا ویمان عطا ہوتا ہے۔ (مہابھارت وَن پروہ)

اور دیکھئے۔ विमानैर्हंससंयुक्तै यान्ति मासोपवासिन

तथा बर्हिप्रयुक्तैस्तु षष्ठरात्रोपवासिनः।

مہینہ بھر روزہ رکھنے والے ہنس جُڑے ہوئے ویمان پر سواری کرتے ہیں۔ اور ہفتہ بھر روزہ رکھنے والے مور جُڑے ہوئے ویمان پر (وَن پروہ)

(برہما کی سواری ہنس ہے۔ اور سرسوتی دیوی کی سواری مور ہے۔ روزہ داروں کو ہنس اور مور جُڑے ہوئے ویمان سواری کو عطا ہوتے ہیں۔)

**نوٹ**۔ جب رام مہاراجہ اور لکشمن نے لنکا میں ویمان کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔

तं कामगं विमानं दृष्ट्वा तदा विस्मयमाजगाम

रामः ससौमित्रिरुदारसत्त्वः।

اِس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ گو ویمان کے نام سے لوگ واقف تھے مگر اسکو دیکھتے نہ تھے۔ وہی شخص جسکو عطا ہوتا تھا اس سے کام لیتا تھا۔ اگر ویمان کارخانوں میں بنایا جاتا اور لوگ اس پر سوار ہوا کرتے تو ہندوستان کے شہنشاہ اور اُن کے بھائی اُسکو دیکھکر کیسے متحیر ہوتے۔ شاہی سواریوں میں ویمان بھی موجود ہوتا جس ویمان پر رام سوار ہوئے وہ بھی (یدہ کانڈم سرگ ۱۲۲) ہنس جُڑا ہوا تھا۔ برہما کی قدرتی سواری اُسے اُڑانے لئے پھرتی تھی۔

المختصر جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں اُن میں ویمان کا تذکرہ روحانی طور کا

پائیدانہ کو جسمانی یا دُنیاوی بناوٹ کا مشہور فاضل پروفیسر میکسمولر نے لکھا ہے کہ
ہندوستانی آریوں نے صنعت وحرفت یا ایجادوں میں پیشقدمی نہیں کی البتہ
زبان کے آراستہ کرنے میں پیچھے نہیں رہے۔

**نوٹ** - زبان کے قواعد میں ایسا مبالغہ اور زائداز ضرورت تصنع کیا
اور اُس کو ایسا بوجھل بنادیا کہ وہ غریب بیٹھ رہی اور اپنے ہی بوجھ سے دبکر
مرگئی۔ برہمنوں کے سوائے اور کسی فرقہ کی بنائی ہوئی کتاب کم دکھائی دیتی ہے
اِس لئے اکثر کتابیں ایک ہی مذاق کی ہیں۔ سب میں برہمنوں کی بزرگی کے
قصے مختلف پیرایہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور توہمات۔ بددعائیں۔ پیروں کی
کرامات وردووظائف دنیا سے بیزاری کی حکایتیں اور نصیحتیں رلی ملی لکھی
دکھائی دیتی ہیں۔ صرف ونحو (ویاکرن) کے لئے بارہ برس کا وقت مقرر ہے۔
کام کاج والا آدمی تھوڑی سی عمر میں سے بارہ برس ویاکرن کو کیسے دے سکتا
ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے آدمیوں کی عمر ہزار ہا برس ہوا کرتی تھی۔ ایسی بڑی
عمر والے عالم رشی لوگ بھی لکھنے میں غلطیاں کرتے تھے جن کو متاخرین آرشہ
پر لوگ کہتے ہیں۔ اس لئے عام لوگ معمولی شد بد حاصل کرکے کاروبار میں
لگجاتے تھے۔ صرف برہمن لوگ علم کے مالک تھے۔ قدیم یونانی سیاح مورخ
میگستھنیز اور نیارکس کی تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ سن عیسوی
سے پہلے چوتھی صدی میں اگرچہ لکھنے کا علم ہندوستان میں رائج تھا مگر بہت
محدود تھا۔ اور صرف علما ہی اسے جانتے تھے۔ اگر آدمی ذرا غور کرے تو معلوم
ہوجاتا ہے کہ خالق نے بولنے لکھنے پڑھنے کی قوت خیالات ظاہر کرنے کے لئے
انسان کو بخشی ہے۔ انسان اس کو استعمال کرتا ہے۔ اور اپنی سمجھ کے موافق
بیان کرنے کا طریقہ بنالیتا ہے۔ اس طریقہ کو زبان کہتے ہیں۔ دوسری
صورت میں اسی کو لکھنا کہتے ہیں۔ گویا زبان ایک میشین ہے جو ایک شخص
کے خیالات کو دوسرے تک پہنچادیتی ہے۔ جتنی ہلکی اور کم پرزوں کی

مشین ہوگی اُتنی ہی کارآمد ہوگی۔ ہر کوئی اسکو استعمال کرنا چاہیگا۔ سینکڑوں پُرزوں کی گھڑی کو کون استعمال کرنا پسند کرے گا۔ ہر جگہ رسٹ واچ اور رنگ واچ پسند کی جاتی ہے۔ آریا عالموں نے یہ نکتہ ملحوظ نہیں رکھا۔ اپنی مشکل زبان کو حتی المقدور مصنوعی بنایا۔ اور مزخرفات سے اُسے آراستہ کیا۔ یعنی ایسے قواعد بنائے کہ جن سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا۔ گو بولنے میں کسی قدر سہولت ہوئی مگر سیکھنے میں طرح طرح کی دشواریاں پیدا ہوگئیں۔ برہمن علماء کی یہ کوشش بے فائدہ نہ تھی۔ مقصد زبان کے مشکل کر دینے سے حاصل ہوتا تھا۔ اور آسانی سے اُنکی قدر و منزلت میں کمی ہوتی تھی۔ اُس لئے نسلاً بعد نسلٍ یہی کوشش کرتے چلے آئے کہ زبان زیادہ مصنوع ہو جائے اور یہی سنسکرت لفظ کے معنے ہیں "خوب مصنوع و آراستہ"۔ برہمن زمین کے دیوتا اور اُنکی زبان دیوتاؤں کی زبان کہلائی۔ المختصر علم کے مالک برہمن تھے۔ جیسے بادشاہ اپنی سلطنت میں کسی اَور کو دخل دینا نہیں چاہتا جا بجا قلعے بناتا ہے۔ فصیلیں کھینچتا ہے۔ ایسے ہی برہمنوں نے اپنی عملداری یعنی زبان کو محفوظ کرنے کے لئے مشکل سے مشکل قواعد بنا کر مورچے قائم کر دیئے۔ کشتری اور بنئے اِن مورچوں کو توڑ کر علم کے شہر میں دخل نہ پا سکے۔ چنانچہ ایک کتاب میں قواعد کی مشکلات کو یوں بیان کیا ہے۔

केचिद्भ्रष्टाः शुड्ढ्युपास्य प्रयोगे ॥
केचिद्भ्रष्टाः कारकान्त प्रयोगे ।
केचिद्भ्रष्टाः यंलुगन्त प्रयोगे ॥
सर्वे भ्रष्टास्तादितान्तप्रयोगे ॥

کچھ طالب علم فلاں قاعدے سے گھبرا کر صرف و نحو کو چھوڑ بیٹھے۔ کچھ فلاں قاعدے سے ڈر گئے۔ اور کچھ فلاں قاعدہ کے خوف سے بیٹھ رہے۔ اور آخر سب کے سب فلاں قاعدہ کے سمجھنے اور استعمال میں ناکام رہے۔ ترک کر بیٹھے۔

اور دنیا کے اور دھندوں میں پھنس گئے۔ یہی وجہ ہوئی کہ آریوں کے دوران سلطنت
میں بھی **سنسکرت** عام فہم زبان نہ تھی۔ صرف عالم برہمن اس کے ماہر تھے اور
راجہ لوگ اور بڑے درجے کے امرا بھی واقفیت پیدا کر لیتے تھے۔ رانیاں **پراکرت**
میں بات چیت کیا کرتی تھیں۔ رامائن میں مذکور ہے کہ جب ہنومان اپنے راجہ کی
طرف سے بطور ایلچی کے رام مہاراج کے پاس آئے اور پیغام ادا کیا۔ اُنکی تقریر سنکر
رام متحیر ہوئے اور کہا کہ ہنومان نے گفتگو میں ایک بھی غلطی نہیں کی معلوم ہوتا
ہے کہ تمام قواعد ان کے ذہن نشین ہیں۔ تلفظ بہت صحیح ہے۔ طرز ادا بہت درست
ہے وغیرہ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عام طور پر اہلکار بولنے چالنے میں غلطیاں
کرتے ہوں گے۔ والمیکی نے ہنومان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے سورج
سے ویاکرن (قواعد صرف و نحو) سیکھی۔ کتاب لیکر صبح سے شام تک سورج کے
ساتھ دورہ کرتے تھے۔ (شاید کوئی اس کے یہ معنی بتلائے کہ صبح سے لیکر شام تک
پڑھا کرتے تھے۔ گو معنی غلط نہ ہوں گے مگر والمیکی کا مقصد فوت ہو جائے گا وہ
تو ہنومان دیوتا کی بزرگی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ سورج ویاکرن کا موجد اور عالم گنا
جاتا ہے۔ ہنومان نے خود علم کے موجد سے علم سیکھا تھا۔) ایسے ہی رامائن میں
مذکور ہے کہ جب ہنومان نے سیتا کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک درخت کے نیچے
کھڑے دیکھا تب اس سے بات چیت کرنے کا ارادہ کیا۔ خیال آیا کہ اگر میں
رانی سیتا سے سنسکرت میں گفتگو کروں گا تو وہ مشتبہ ہو جائیگی اور مجھے بھیس
بدلے ہوئے راجہ راون تصور کریگی اور ڈر کے مارے مجھ سے نہ بولیگی۔ اس لئے
بہتر ہے کہ پراکرت میں گفتگو کروں تاکہ سیتا بدظن نہ ہو۔ راجہ راون سنسکرت
کا بڑا عالم تھا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عام طور پر سنسکرت کا رواج نہ
تھا اور بڑے درجے کے لوگ ہی اسکو استعمال کر سکتے تھے۔ مشہور ناٹک مرچھکیکا
میں **ویدوشکہ** برہمن کہتا ہے کہ عورت کا سنسکرت بولنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا
کہ مرد کا باریک الحان کا گیت گانا۔ عورت کو سنسکرت بولتے ہوئے اور مرد کو

کا گلی گاتے ہوئے سن کر تجھے ہنسی آ جاتی ہے۔

عورتوں کو وید پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اس ممانعت میں عورت اور شودر دونوں برابر ہیں۔ سنسکرت کے ڈراما (دنا ٹک) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سنسکرت عام فہم زبان نہ تھی۔ زیادہ حصہ ڈراما کا پراکرت میں ہوا کرتا تھا خاص خاص ایکٹر ہی سنسکرت بولتے تھے۔

زبان کے پیدا ہونے اور رواج پانے کے قواعد پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ زبان تمام قوم کی ملکیت کی شئے ہوتی ہے۔ کسی کو اس میں دخل دینے کا حق حاصل نہیں ہوتا قوم ہی اسکو بدل سکتی ہے۔ مگر جب وہ ایک فرقہ کے ہاتھ ہوا اور اسی ایک فرقہ کے تابعدار ہوں تب اصول ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ سنسکرت کے حق میں ہوا۔ صرف برہمن ہی مالک۔ قابض اور متصرف تھے۔ جیسے انہوں نے چاہا مشکلات سے اسکو بھر دیا۔ یہاں تک کہ اور لوگ اُسے چھوڑ بیٹھے۔ سلطنت کے تغیر کے بعد جب برہمنوں کو دنیا کے اور کام کرنے پڑے تب سنسکرت کو تمام وقت نہ دے سکے اس لئے اسکو نہ سیکھ سکے جیسے کہ ریشم کا کیڑا اپنے بنائے ہوئے کویہ میں گھٹکر مر جاتا ہے۔ ایسے برہمن اپنے بنائے ہوئے قواعد کے بوجھ کو نہ اٹھا سکے۔ اور رواج اور علم دونوں کو چھوڑ بیٹھے۔

بقول پروفیسر میکسملر ہندی آریوں نے زبان میں تصنع کرنے کے سوائے اور کچھ نہیں کیا۔ ایسے ہی چینیوں نے صنعت و حرفت میں بے نظیر پیشقدمی کی اور روشن دماغی کے جوہر دکھائے۔ مگر زبان کی طرف توجہ نہیں کی۔ آج تک اُن کی زبان ویسی ہی منتشر ہے جیسی کہ پہلے دن تھی۔ بوداسپٹ یونیورسٹی کے ایک عالم سے ہمیں معلوم ہوا کہ چینی زبان کے شائق کو ایک لاکھ بیس ہزار علامات سیکھنی چاہئیں۔ اور روزمرہ کے لئے کم از کم ساٹھ ہزار۔ گو ہزاروں برس سے اعلیٰ درجہ کی کاریگری کا چینی کپڑا ہندوستان میں آتا رہتا ہے۔

ایجاد کی طرف ہندی آریوں کی عدم توجہی کی ایک زندہ مثال دیوناگری کے حروف ہیں جو عرب لوگوں سے لیکر انہوں نے استعمال کئے مگر کوئی ترقی ان میں نہیں کی۔ سوائے نقطے ترک کر دینے کے اور زبر زیر پیش لگانے کو لازمی ٹھیرا دینے کے اس سے ضرور آسانی ہوئی۔ مگر تحریری نقص ان میں چلا آتا ہے۔ بہت جگہ گھیرتے ہیں اور جلدی لکھے نہیں جا سکتے۔

فارسی اور عربی میں مرکب حروف لکھنے کا جو مختصر طریقہ رفتہ رفتہ پیدا ہوا اور لکھنے سمجھنے آسان ہو گیا وہ سنسکرت کو نصیب نہیں ہوا جس حالت میں عربوں سے لئے گئے تھے آجتک اسی حالت میں چلے آتے ہیں۔

# کم عمر میں بیاہ

جن دنوں میں رامائن دہرا رہا تھا چند روز کے لئے میرٹھ میں ایک پنڈت جی سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ رانی سیتا کے بیاہ کا بیان تھا۔ اچانک میں نے پوچھا کہ پنڈت جی سیتا کی عمر اسوقت چھ برس کی تھی نا؟ اور رام کی بارہ تیرہ کی؟ پنڈت جی نے جواب دیا کہ نہیں۔ قدیم آریوں میں سویم ور دا اپنا خاوند خود پسند کرنا) کا رواج تھا چھوٹی عمر کی لڑکی کیسے پسند کر سکتی تھی۔ کم عمر میں بیاہ شادی کا رواج تو مسلمانوں کے وقت سے پھیلا۔ یہ سن کر میں نے رامائن کے ورقے لوٹ خود سیتا رانی اور راجہ دشرتھ کا بیان پنڈت جی کو دکھایا جو حسب ذیل ہے۔

جب منی وشوامتر نے راجہ دشرتھ سے درخواست کی کہ چند روز کے لئے رام کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ میری نگہداشت کریں۔ اور راکشسوں کو ماریں۔ جو میرے عبادت کرنے میں مخل ہوتے ہیں۔ رام کے سوائے اور کوئی اس کام کو نہیں کر سکتا۔ تب دشرتھ نے معذرت کی اور کہا

ऊनषोडशवर्षो रामो राजीवलोचनः ।
न युद्धयोग्यतामस्य पश्यामि सह राक्षसै ॥

رام تو سولہ[۱۶] برس سے کم عمر کا ہے۔ اِس لئے لڑائی کے قابل نہیں۔ (بالکانڈم سرگ ۲۰)

اِس پر وشوامتر ناراض سے ہوگئے۔ آخر گرو کے سمجھانے سے راجہ دشرتھ مان گئے۔ اور رام کو اُن کے سپرد کر دیا۔ اور لکشمن کو بھی ان کے ساتھ بھیجدیا۔ جب وشوامتر نے عبادت سے فراغت پائی دونوں شہزادوں سمیت جنک راجہ کے ہاں قربانی میں شریک ہونے کے لئے گئے۔ اور راجہ سے کہا کہ یہ دشرتھ کے بیٹے ہیں۔ اور آپ کی مشہور کمان کو دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ جنک راجہ نے کہا کہ بخوشی۔ اگر رام کمان کو زہ کر دینگے تو میں سیتا کا بیاہ اُن سے کر دوں گا۔ کمان لائی گئی۔ اور زہ کرتے ہی ٹوٹ گئی۔ جنک نے فوراً ان کو منتخب کیا اور بیاہ کر دینا چاہا۔ مگر رام نے کہا کہ بغیر والد بزرگوار کی اجازت کے میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ اسی وقت قاصد بھیجے گئے۔ اور راجہ دشرتھ تشریف لائے۔ اور ان کے چاروں بیٹوں کا بیاہ سیتا اور اور تین شہزادیوں سے ہوگیا۔ جب بیاہ کو بارہ برس گذر گئے اور رام جوانی کی عمر کو پہنچے۔ تو راجہ دشرتھ نے انکو ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا۔ سب تیاریاں ہوگئیں۔ مگر کیکئی رانی سے جو وعدہ تھا۔ اسکی رو سے بھرت کو گدی ملی۔ اور رام کو جنگلوں میں رہنے کا حکم ملا۔ اسوقت سیتا اور رام کی عمر خود سیتا رانی کے اس قول سے صاف معلوم ہوتی ہے۔

दाशित्वा [illegible] [illegible]णां निवेशन ।
मम भर्ता महातेजा वयसा प[illegible]क: ।
अष्टादश हि वर्षाणि मम जन्मनि गण्यते ।

جب ہمارے بیاہ کو بارہ برس ہو گئے۔ اُسوقت میرے دولہا کی عُمر پچیس کی تھی اور میری اٹھارہ کی۔ (رامائن ارنیہ کانڈم سرگ ۴۷ا)۔ پچیس اور اٹھارہ میں سے بارہ نکالو تو ۱۳ اور ۶ باقی رہتے ہیں۔ اس کی تصدیق راجہ دشرتھ کے ایک اور قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو بیاہ سے چند روز پیشتر کا ہے۔

— رام کی عمر تو ابھی بارہ سال سے کم ہے۔ اُس نے لڑائی کا فن بھی ابھی نہیں سیکھا۔ (ارنیہ کانڈم سرگ ۱۲۸)

ہندی آرین لوگ سولہ برس کی عمر کے لڑکے کو مرد گنا کرتے تھے۔ اور اس سے کم عمر والے کو بچوں میں شمار کرتے تھے۔ ایک مشہور شلوک ہے۔

लालयेत्पञ्चवर्षाणि दशवर्षाणि ताडयेत्।

प्राप्ते तु षोडशे वर्षे पुत्रं मित्रवदाचरेत्॥

پانچ برس کی عمر تک لاڈ اور پیار کرے۔ دس برس کی عمر سے سزا دے اور سولہ برس کے بیٹے کو دوست سمجھے اور اس سے برابری کا برتاؤ کرے۔

جب پنڈت جی نے یہ شہادت دیکھی اور سُنی تب بہت تعجب کیا اور کہا کہ ہم تو یہی سُنتے آئے ہیں کہ مسلمانوں کے وقت سے یہ بُرا رواج پھیلا۔

یہ مضمون لکھتے ہوئے ایک اور ثبوت رانی سیتا کی کم عمری کا یاد آیا۔ فاضل بھوبھوتی نے اپنی مشہور کتاب اُتر رام چریتم میں لکھا ہے کہ بیاہ کے وقت سیتا کے دودھ کے دانت گرتے اور نئے نکلتے تھے۔ چنانچہ رام اُسوقت کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

पतनविरलैः प्रान्तोन्मीलन्मनोहर कुड्मलैः।

دودھ کے دانت گرنے سے دانت چھیدرے تھے اور نئے نکلتے دکھلائی دیتے تھے۔

پانڈووں کے زمانہ کی بھی ایک ایسی ہی مثال ارجن کے بیٹے **ابھی منو** کی ہے۔ سولہ برس کی عمر میں یہ بہادر نوجوان لڑائی میں مارا گیا۔ اُس وقت اسکی رانی حاملہ تھی۔

اس موقعہ پر یہ دیکھنا چاہئے کہ آریوں کا چھوٹی عمر میں بیاہ کرنا اتفاقیہ تھا یا قومی دستور اور مذہبی اصول پر مبنی تھا۔ کشتری راجاؤں میں سویم ور (اپنا شوہر خود پسند کرنا) کا دستور تھا۔ اور اسکی بہت سی صورتیں تھیں۔ جو اسوقت ذہن میں حاضر ہیں مختصراً ان کا تذکرہ کردیا جاتا ہے۔ کہیں باپ یا بھائی اچھا شوہر تلاش کرکے لڑکی کو بتلا دیا کرتے تھے۔ اور وہ امیدواروں کے غول میں سے گذرتے ہوئے اور ہر ایک کا حال سنتے ہوئے پسندیدہ شخص کے گلے میں ہار ڈال دیا کرتی تھی۔ اسی سے بیاہ ہوجاتا تھا۔ کہیں مجمع عام میں امیدوار اپنا اپنا کرتب دکھاتے تھے۔ اور سب پر غالب کے ساتھ بیاہ ہوتا تھا۔ کہیں باپ کے گھر سے لڑکی کو سب کے سامنے پکڑ کر لے بھاگتے تھے اور مدعیوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ کہیں نل اور دمینتی جیسا بیاہ ہوتا تھا۔ شہزادی دمینتی راجہ نل کے حالات سن کر اس پر مفتون تھی۔ اور ایسے راجہ نل دمینتی پر۔ جب سویم ور کا جلسہ ہوا اور امیدواروں کے سامنے دمینتی آئی اُسنے راجہ نل ہی کو منتخب کیا۔ اور اسی سے بیاہ ہوگیا۔ راجہ نل نے جوئے میں سلطنت کھودی اور دمینتی سمیت جنگلوں میں پڑا پھرا۔ اور آخر رانی دمینتی کو سوتے چھوڑ بھاگ نکلا۔ یہ وفادار بی بی افلاس اور تنہائی اور برہنگی کی مصیبتوں میں گرفتار صبرو استقلال سے میکے پہنچگئی۔ اور نل کو یاد کرکے نالہ وزاری کیا کرتی تھی۔ اُس کی ماں نے راجہ سے شکایت کی کہ تمہاری بیٹی دمینتی تو بے حیا ہوگئی اور اپنی

زبان سے اپنے خاوند کو یاد کرتی ہے۔ (مہابھارت ون پروہ)

दमयन्ती तब सुता भर्तारमनुशोचति ।
अपकृष्य न लज्जां सा स्वयमुदावती नृप ।

دیکھو سویمبر کے زمانہ میں بھی غایت درجہ کا پردہ اور حیا مدِ نظر رہا کرتی تھی۔ خاوند کے ساتھ بے تکلفانہ برتاؤ کو لوگ پسند نہ کرتے تھے۔ دمینتی کی ماں کو یہ بات پسند نہ آئی کہ اسکی بیٹی اُسکے سامنے اپنے خاوند کا تذکرہ کرے اور اسکو روئے دھوئے۔ ایسے ہی خاوند بھی اوروں کے سامنے بی بی سے بات چیت نہ کرتے تھے نہ بی بی کا تذکرہ سننا چاہتے تھے۔ آرین شاہزادیاں بھی خاوندوں کے ساتھ بیٹھنے سے بھی شرماتی تھیں۔ لنکا سے چلنے کے وقت رام ویمان پر سوار ہوئے اور رانی سیتا کو برابر بٹھایا تب سیتا رانی شرمائیں والمیکی نے اُسوقت کی کیفیت کو اسی صفت سے بیان کیا ہے۔ اور راجہ لوگ مجمع میں عورت سے نہ بولتے تھے۔ جب دریودھن نے دربار میں دروپدی سے گفتگو کرنی چاہی تب راجہ دھرت راشٹر نے ملامت کی اور کہا کہ تجھے مجمع میں عورت سے گفتگو کرنے میں شرم نہیں آتی۔ تو بڑا بے شرم ہے۔

اُتررام چرتر میں مذکور ہے کہ جب اشٹوکرہ نے بطور خوشخبری رام مہاراجہ سے کہا کہ عنقریب ہم سیتا رانی کی گود بچوں سے بھری دیکھیں گے تو اُن کے بدن پر مسرت اور حیا سے پھریری آگئی۔ ایسے ہی جب رانی سیتا نے لکشمن کو اُنکی رانی کی تصویر دکھائی اور پوچھا کہ بتاؤ تو یہ کسکی تصویر ہے تب لکشمن شرما گئے اور بات ٹالدی۔ یہ کیفیت تھی اعلےٰ درجہ کے شریف آریوں کی۔ عام کشتریوں برہمنوں اور بنیوں میں سویمبر کی رسم نہ تھی۔ فاضل بھوبھوتی کی تصنیف مالتی مادھوہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مالتی کے والد نے اپنے راجہ کی سفارش سے اس کا رشتہ ایک وزیر کے ساتھ کردیا تھا حالانکہ مالتی۔ مادھوہ پر عاشق تھی اور وزیر سے سخت متنفر تھی۔

منو کے قانون سے بھی ایسا ہی رواج معلوم ہوتا ہے۔

उत्कृष्टायाभिरूपाय वराय सदृशाय च।
अप्राप्तामपि तां तस्मै कन्यां दद्याद्यथा विधि।

سن بلوغ سے پہلے ہی مناسب خاوند کو لڑکی دے دینی چاہئے۔
ایسے ہی وکش سمرتی میں ہے کہ

विवाह येदष्टवर्षामेवं धर्मो न हीयते।

آٹھ برس کی لڑکی کا بیاہ کر دینا چاہئے۔ اس سے دھرم محفوظ رہتا ہے۔
جب سیتا کی عمر چھ برس کی ہو گئی تب دھرم شاستر کو مدنظر رکھکر جنک
راجہ کو فکر لاحق ہوا کہ کوئی معقول ور مل جائے تو سیتا کا بیاہ کر دیا جائے۔ کیونکہ
زیادہ عمر تک لڑکی کو بٹھائے رکھنا بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ سیتا رانی کی
شہادت سُنئے۔

पति संयोगसुलभं वयो दृष्ट्वा तु मे पिता
चिन्तामभ्यगमद्दीनो वित्तनाशादिवाधनः॥
सदृशाच्चापकृष्टाच्च लोके कन्यापिता जनात्।
प्रधर्षणामवाप्नोति शक्रेणापि समो भुवि॥
तां धर्षणामदूरस्थां संदृश्यात्मनि पार्थिवः
चिन्तार्णवगतः पारं नाससादाप्लवो यथा॥

جب میری عمر خاوند سے مقاربت کی حد کے قریب آپہنچی تب میرے
والد کو فکر لاحق ہوا۔ اور سچ یہ ہے کہ لڑکی والے کو (وہ کتنا ہی صاحب
مقدرت کیوں نہ ہو) دنیا میں اعلےٰ وادنےٰ سب ذلیل سمجھا کرتے ہیں
اور اُس پر الزام لگایا کرتے ہیں۔ اسی لئے میرے والد بزرگوار بھی
ذلت کی حد کو پاس آتے دیکھکر تفکر اور پریشانی کے سمندر میں غرق رہتے

تھے :۔ اور اس مرحلہ کو طے نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے سویم ور کا جلسہ کیا۔ مگر راجہ لوگ کمان کو ہلا بھی نہ سکے اور مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ کچھ دن بعد وشوامتر مع رام و لکشمن کے ہمارے مہمان ہوئے۔ رام نے کمان کو زہ کیا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گئی۔ یہ دیکھکر میرے والد بزرگوار نے رام کو منتخب کیا (ایودھیا کانڈ سرگ ۱۱۸)۔

مذکورہ بالا شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی والے جہاں تک ہو سکتا تھا لڑکی کے لئے ور منتخب کرنے میں جلدی کیا کرتے تھے۔ اور بالغ ہونے سے پیشتر ہی بیاہ دیتے تھے۔ ایک مشہور شلوک ہے

अष्टवर्षा भवेद्गौरी नववर्षा तु रोहिणी ।
दशवर्षा भवेत्कन्या अत ऊर्ध्वं रजस्वला ॥

آٹھ برس کی لڑکی کو گوری کہتے ہیں اور نو برس کی کو روہنی۔ دس برس کی کو کنیا اور اس سے زیادہ عمر والی کو حائضہ۔ حائضہ لڑکی نکاح کی حد سے باہر سمجھی جاتی ہے۔ ایسی لڑکی کی بابت جس کا نکاح حیض آنے سے پہلے نہ ہو جائے منو کا حکم یہ ہے :۔

ते न दद्याच्छुल्कं तु कन्यां ऋतुमतीं हरन् ।
स हि स्वाम्यादतिक्रामेदृतूनां प्रतिरोधनात् ॥

جو کوئی حائضہ لڑکی سے بیاہ کرے وہ کچھ بھی معاوضہ لڑکی کے باپ کو نہ دے کیونکہ حیض کی حد کو پہنچ جانے کے بعد لڑکی خود مختار ہو جاتی ہے اور باپ کا حق ولایت ساقط ہو جاتا ہے۔ (منو ادھیایہ ۹) چنانچہ برہمن اپنی لڑکیوں کے بیاہ کے وقت کہتے ہیں۔

अष्टवर्षा त्वियं कन्या पुत्रवत्पालिता मया ।
इदानीं तव पुत्राय दत्ता स्नेहेन पाल्यताम् ॥

میں اپنی آٹھ سالہ لڑکی تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں وغیرہ۔

الغرض یہ خیال کہ پہلے بیاہ شادی بچپن میں نہ کرتے تھے اور ہمیشہ سویمبر کا رواج تھا اور یہ کہ بی بیاں خاوندوں کے ساتھ بے تکلفانہ پھرا کرتی تھیں اور آزاد تھیں صحیح نہیں۔ رامائن میں مذکور ہے کہ کشنابھ راجہ کی سو بیٹیاں تھیں۔ ایک دفعہ ہوا دیوتا نے اُنہیں بیاہ کا پیغام دیا۔ لڑکیوں نے جواب دیا کہ

मा भूत्स कालो दुर्मेधः पितरं सत्यवादिनम ।
अपमन्य स्वधर्मेण स्वयं वरमुपास्महे ॥
पिताहि प्रभुरस्माकं दैवतं परमं च सः
यस्य नो दास्यति पिता स नो भर्ता भविष्यति ॥

خدا نہ کرے ایسا وقت آئے کہ ہم اپنے بزرگوار باپ کی مرضی کے خلاف خود اپنی مرضی کا شوہر تلاش کریں۔ ہمارا باپ ہی ہمارا مالک ہے وہی ہمارا بڑا دیوتا ہے۔ جہاں وہ چاہے ہمیں بیاہ دے۔ وہ جس کسی کے ساتھ ہمیں بیاہ دیگا وہی ہمارا خاوند ہوگا۔ ہم خود مختار نہیں۔ (رامائن بال کانڈ سرگ ۳۲)

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ سب راجاؤں میں بھی سویمبر لازم نہ تھا۔ بعض کرتے تھے اور بعض نہ کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ لوگ اصلیت کو نہیں دیکھتے اور غلط خیال کو سچا سمجھ کر بھولے نہیں سماتے۔ اوچھے پن سے پرانی دنیا کو نئی دنیا کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں۔ اور بزعم خود غلط تصور کرتے ہیں کہ ہم بھی کبھی ایسے تھے۔ اور قدیم عادات اور دھرم کی باتوں سے جب ناراض ہوتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہ ہمیں سکھائیں۔

اگر کوئی شخص خون کرے اور اسے چھپانے اور چھری کی دھار بھی شہادت نہ دے تاہم آستین لگے خون کے دھبے چلا اُٹھتے ہیں اور قاتل کو پکڑوا دیتے ہیں۔ بھلا دھرم کے احکام اور قدیم آریوں کے برتاؤ کو کیسے کوئی چھپا سکتا ہے۔

# پردہ

پردہ کے متعلق قدیم آریوں میں سب سے بزرگ نیک نہاد اور نیکنام
مہاراجہ رام کا قول کافی ہے جو راماین سے نقل کیا جاتا ہے۔ لنکا فتح کرکے جب
رام مہاراج آرام سے دربار عام میں رونق افروز ہوئے ہر طرف تماشائیوں کا
ہجوم تھا تب انہوں نے راجہ وی بھیشن کو حکم دیا کہ جاؤ سیتا کو نہلوا دھلوا
کر لاؤ۔ راجہ سیتا کو پالکی میں سوار کرا کے لایا۔ اور مہاراجہ کو اطلاع دی۔ حکم
ملا کہ ہمارے سامنے پیش کرو۔ یہ حکم سنکر راجہ وی بھیشن نے اردگرد کے لوگوں
کو ہٹا دینے کا حکم دیا تاکہ پردہ ہو جائے اور سیتا حضور میں آئے۔ لوگوں کے ہٹنے
میں شور و غل ہوا۔ مہاراجہ نے دیکھا اور کہا کہ میرے حکم بغیر لوگوں کو کیوں ہٹایا
جاتا ہے۔ دیکھو

व्यसनेषु न कृच्छ्रेषु न युद्धेषु स्वयंवरे।
न कतौ नो विवाहे वा दर्शनं दृष्यते स्त्रियः। ॥
सैषा विपद्गता चैव कृच्छ्रेण च समन्विता।
दर्शने नास्ति दोषोन्य मत्समीपे विशेषतः ॥

غم کے موقعوں پر مجبوریوں میں لڑائیوں میں سویمبر کے وقت اور قربانیوں
کے وقت بیاہ شادیوں میں عورت کا سامنے آجانا گناہ نہیں۔ یہ سیتا بھی
مصیبت زدہ مجبوریوں میں گرفتار ہے۔ اس کے سامنے آنے میں کوئی ہرج
نہیں۔ خاصکر جبکہ میں موجود ہوں۔

ان شلوکوں کو پڑھکر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قدیم ہندوؤں میں پردہ نہ تھا
عام قاعدے سے ہی استثنا کیا جاتا ہے۔ اگر پردہ کا رواج نہ ہوتا تو نہ وی بھیشن
پردہ کا حکم دیتا نہ مہاراجہ رام کو استثنا کرنے کی ضرورت پڑتی۔ لکشمن کہتے ہیں
کہ پاؤں کے سوائے سیتا کے بدن کا کوئی حصہ میں نے نہیں دیکھا۔ حالانکہ لکشمن

رام کے چھوٹے بھائی رات دن ساتھ رہنے والے تھے۔ رام مہاراج کے بعد پانڈووں کا زمانہ دیکھنا چاہیئے۔ جب یوگی یودھشٹر نے جوئے میں راج ہار دیا بھائی ہار دیئے۔ رانی دروپدی ہار دی۔ تب دُریودھن کے حکم سے دروپدی دربارِ عام میں لائی گئی۔ اُس نے درباریوں سے اپیل کی اور کہا۔

स्वयंवरे यास्मि नृपैर्दृष्टा रंगे समागतैः ।
न दृष्टपूर्वा चान्यत्र साहमद्य सभां गता ॥
यां न वायुर्न चादित्यो दृष्टवन्तौ पुरा गृहे ।
साहमद्य सभामध्ये दृश्यामि जनसंसदि ॥

راجاؤں نے مجھے سویمور کے موقعہ پر دیکھا تھا۔ اُس سے پہلے مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ آج بدنصیبی سے مجھے پھر غیر مردوں کے سامنے آنا پڑا۔ مجھے تو کبھی ہوا نے بھی یا سورج نے بھی گھر سے باہر نہیں دیکھا۔ آج بدقسمتی سے غیر مرد مجھے دیکھتے ہیں۔ (مہابھارت سبھا پروہ صفحہ ۶۱)

किं न्वतः कृपणं भूयो यदहं स्त्री सती शुभा ।
सभामध्यं विगाहेद्य क नो धर्मो महीक्षिताम् ।
धर्म्यां स्त्रियं सभां पूर्वं न नयन्तीति नः श्रुतम् ।
स नष्टः कौरवेषु पूर्वो धर्मः सनातनः ॥

اس سے بڑھکر اور کیا ذلت ہوگی کہ مجھ جیسی پاکدامن بی بی کو مجمع عام میں آنا پڑا۔ ہزار افسوس کہ راجہ لوگ ازلی دھرم کو چھوڑ بیٹھے۔ ہم تو سنتے آئے ہیں کہ قدیم شرفا کبھی بھی منکوحہ بی بی کو مجمع میں نہ لے جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ کرو خاندان سے قدیم دھرم جاتا رہا۔

مہابھارت میں مذکور ہے کہ جب شری کرشن پانڈووں کے وکیل بنکر تصفیہ کے لئے آ رہے تھے۔ تب دھرتراشٹر نے بہت بیش بہا تحفے بھیجنے کا ارادہ کیا اور ان کے خوش کرنے کے لئے ہر طرح کی عجائب چیزیں مہیا کیں۔ اور منجملہ

اُن کے ڈھکے منہ والی لڑکیوں کے ساتھ کھُلے منہ والی کبھی بھیجنی تجویز کیں۔

عورت کا پردہ میں نہ رہنا آزادی کی پہلی سیڑھی ہے۔ آریہ دھرم میں تو عورت کے لئے آزادی ہی نہیں۔ گھر کی دہلی سے باہر قدم رکھنے کا تو کیا ذکر۔ گھر کے اندر بھی اسکو آزادی نصیب نہیں۔

बाल्या वापि युवत्या वा वृद्धया वापि योषिता।
न स्वातन्त्र्येण कर्तव्यं किंचित्कार्यं गृहेष्वपि

عورت کو وہ بچی ہو یا جوان۔ ادھیڑ ہو یا بُڑھیا گھر کے اندر بھی کوئی کام آزادانہ نہ کرنا چاہیئے۔

बाल्ये पितुर्वशे तिष्ठेत्पाणिग्राहस्य यौवने।
पुत्राणां भर्तरि प्रेते न भजेत्स्त्री स्वतन्त्रताम्॥

بچپن میں باپ کی نگرانی میں۔ جوانی میں خاوند کی۔ اور خاوند کے مرنے کے بعد بیٹوں کی۔ عورت کو آزادی نہ دینی چاہیئے۔ (منو ادھیایہ ۶)

چاردیواری پردہ کی رسم ہندوستان۔ ایران اور چین وغیرہ ممالک میں قدیم سے چلی آتی ہے۔ ہندوستان کا حال مجملاً اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ قدیم ایران کا حال کہیں کہیں شاہنامہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان جیسی رسمیں وہاں بھی تھیں۔ محلوں پر خواجہ سرا وغیرہ نگران رہا کرتے تھے۔ جیسا رانی دروپدی کا قول ابھی ہم پڑھ چکے ہیں۔ ویسا ہی افراسیاب بادشاہ کی بیٹی منیزہ کا ہے۔

منیزہ منم دُخت افراسیاب     تنم را ندیدہ بجُز آفتاب

چین میں ابھی تک چاردیواری پردہ سخت قسم کا ہے۔ شریف عورت گھر سے باہر نہیں نکلتی۔ عرب۔ مصر۔ ترکستان۔ کابل اور پنجاب کے مسلمانوں میں برقع کا رواج ہے لیکن آرین قوم کے دستور جہاں مروّج ہیں وہاں قدیمی پردہ بدستور ہے۔ گو عورتیں پردہ میں رکھی جاتی تھیں مگر اُن کے اعضا کا تذکرہ بیجا خیال نہ

کیا جاتا تھا۔ مرد عورت کو بالعموم **سوشرونی** خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ شریف خاوند بیوی کی مفارقت میں فربہ اور بیل پھل جیسے سخت پستانوں کو اور ہاتھی کی سونڈھ جیسی مخروطی رانوں کو یاد کر کے فراق کا گیت گاتے ہیں۔ اپنی والدہ کو محبت سے سیاہ چشم کی تعریف سے موصوف کرتے ہیں۔ باپ بھی بیٹی کو پتلی کمر والی کہتا ہے۔ ہنومان اور والمیکی بھی سیتا رانی کو ایسی ہی صفتوں سے یاد کرتے ہیں۔ صندل اور خوشبو لگے ہوئے پستانوں اور اور جسم کے حصّوں کا تذکرہ شہادت دیتا ہے کہ ستر عورت کو نظر انداز کرتے تھے۔ مسلمانوں کے آنے سے یہ نیا خیال پیدا ہوا۔ اب کوئی خاوند اپنی بیوی کے پستانوں یا سرینوں کی تعریف لوگوں کو نہیں سناتا۔ نہ کوئی شخص کسی عورت کو سوشرونی کہتا ہے نہ کوئی اپنی بیٹی کو باریک کمر والی۔ ایسے ہی مردوں کے سر کی چوٹیاں کم ہو گئیں۔ لیکن جن صوبوں میں مسلمانوں کا زور کم رہا وہاں اب بھی قدیم زمانہ جیسی بڑی بڑی چوٹیاں رکھی جاتی ہیں۔ مثلاً بمبئی یا مدراس کے علاقہ میں۔

غرض یہ ہے کہ قوموں سے قومیں سیکھتی ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھکر ترقی کرتی ہیں۔ اقبالمند لوگ غلط خیالات کو ترک کر کے اچھے خیالات کو دل میں جگہ دیتے ہیں۔ اور ایسے ہی بڑھے چلے جاتے ہیں۔ بدنصیب لوگ پرانی لکیر کو پیٹتے رہتے ہیں۔ آگے نہیں بڑھتے۔ قدیمی خیال خام کو اپنا معیار بناتے رکھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ یہ غایت درجہ کی پست حوصلگی اور جہالت ہے۔

तातस्य कूपोयमिति ब्रुवाणाः ।

क्षारं जलं कापुरुषा पिबन्ति ॥

نکمے لوگ ہی باپ دادا کے کھاری کنوئیں کو متبرک گنتے ہیں اور اسی کا پانی پیتے ہیں۔

# گوشت کھانا

گوشت کی بابت میں نے اچھے لکھے پڑھے لوگوں کو کہتے سُنا کہ نہیں معلوم
ایسی ناپاک چیز لوگ کیسے کھاتے ہیں۔ ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کی دیکھا دیکھی
گوشت کھانا سیکھا۔ مسلمان بادشاہوں نے زبردستی اسکی عادت ڈلوا دی
کوئی چوبیس پچیس برس ہوئے میرے دوست بابو بنیا لال نے میری ضیافت
کی اور طرح طرح کے گوشت اور اور کھانے کھلائے۔ برسوں کے بعد ایک
دفعہ بمبئی میں اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ میرے ساتھ انہوں نے گوشت
کھایا۔ تین چار سال ہوئے پھر اُن سے ملنا نصیب ہوا۔ اور میں نے چاہا کہ انکی
ضیافت کروں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ مینے پوچھا
کہ کیوں خیر تو ہے۔ میں نے بھی کم کر دیا ہے کیونکہ گردوں کی شکایت کی وجہ
سے حکیم نے ممانعت کر دی ہے۔ آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ کہا کہ اجی ہمیں تو
خبر نہ تھی۔ گوشت کھانا تو بالکل ادھرم ہے۔ قدیم آریہ لوگ نہ کھاتے تھے
جب سے آپ لوگ آئے تب سے ہندوؤں نے بھی سیکھا۔ میں اُن دنوں
کتاب اُترا رام چریتم دیکھ چکا تھا۔ اور وسشٹھ مہاراج کی ضیافت میں
والمیکی بزرگ نے جو گائے کاٹی تھی اس کا قصہ مجھے یاد تھا۔ وہی مینے انکو
سُنا دیا۔ اور اصل کتاب بھی دکھا دی۔ مگر اُنکی تشفی نہ ہوئی اور یقین نہ آیا
کہ والمیکی یا وشسٹھ جیسے یا رام جیسے مہاتما گائے گھوڑے کاٹتے ہونگے
اور وسشٹھ جیسے بزرگ کھاتے ہوں گے۔ کہتے تھے کہ اہنسا پرمو دھرما
ایذا نہ پہنچانا ہی سچا دھرم ہے۔ یہی سب بتاتے ہیں۔ اِس لئے میں نے
بھی گوشت چھوڑ دیا۔ میں نے کہا کہ اہنسا میں اور یدنیہ میں زمین و آسمان
کا فرق ہے۔ جانوروں کی قربانی کا ذکر تو جا بجا کتابوں میں آتا رہتا ہے
اگر مجھے فرصت ملی چند مثالیں جمع کر کے آپ کو لکھوں گا آپ اپنے مہاتماؤں

کو دکھائیے گا اور اُنکی رائے مجھے لکھئے گا۔

ادھر یہ وعدہ ادھر دوستوں کا تقاضا۔ دونوں نے مجھے مجبور کیا اور
میں نے یہ تھوڑی سی مثالیں جمع کر دیں اور ہندو دھرم میں پدینیہ
اس مجموعہ کا نام رکھا +

احمد
- ولسن کالج بمبئی -
مارچ ۱۹۲۵ء

# ہندو دھرم میں یُدنیہ

اِس نام میں تین لفظ ہیں۔ ہندو۔ دھرم۔ اور یَدْنیہ۔ اِن تینوں کی تشریح سنئے۔

۱۔ ہندو۔ ہندو اور سندھو دو لفظ نہیں ہیں مختلف تلفظوں کی وجہ سے ایک حرف کی مختلف صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ سنسکرت میں س اور ش کو بعض لوگ یکساں پڑھتے ہیں۔ کوئی وشِشٹھ لکھتا ہے کوئی وسِشٹھ۔ کوئی شیش کہتا ہے اور کوئی سیس۔ ایسے ہی کوئی سندھو کہتا ہے کوئی ہندو۔ کوئی سپتہ کہتا ہے کوئی ہپتہ (ہفتہ)۔ کوئی اسُرا کہتا ہے کوئی اہُرا۔ کوئی سیم (سونا چاندی) کہتا ہے کوئی ہیم۔ کوئی سورت (شہر کا نام) پڑھتا ہے کوئی ہورت تلفظ کرتا ہے بعض اور حروف کا بھی یہی حال ہے۔ بعض آریا سمندر کو سندھو کہتے تھے۔ اور بعض ہندھو۔ اور دریائے سندھ کو بھی سندھو اور ہندھو کہا کرتے تھے۔ اور اس دریا کے کناروں پر بسنے والے لوگوں کو سیندھوا اور ہیندھوا کہتے تھے۔ مہابھارت (آدی پروہ) میں ملک سندھ کے راجہ جیدرتھ کو سیندھو خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ اور بھاگوت پران میں سندھی گھوڑے کو اشوم سیندھوم لکھا ہے۔ ایرانی آریوں میں اسی لفظ کا تلفظ ہندھوا تھا اور جمع کی علامت کو دور کرکے واحد کو ہندھو کہتے تھے بیرونجات کے لوگوں کے استعمال میں آکر ہندو تلفظ ہو گیا۔ لفظ اصلی ہے صرف تلفظ میں کسی قدر فرق ہے۔ ہم نے بعض لوگوں کو ہندو تلفظ سے ناراض ہوتے پایا اس لئے اس تشریح کی ضرورت پڑی۔

## HINDU DHARM MAIN YEDNYA

Hindu and Sindhu are identical, h and s being interchangeables; Persian hoar=Sanskrit Sura, Surya (the sun); Persian hapta=Sanskrit Septa (Seven). In Sanskrit Sindhu means an ocean and implies the river Indus (Sindh); and the inhabitants of the Sindhu country are called Saindhavaha. The singular of Saindhavaha is used in the Mahabharata to denote the ruler of the Sindhu country (Aadi Parva) and in Bhagvat Purana a Sindhi horse is called Saindhavaha. The Persian Aryans pronounced it as Haindava or Hindava and the Arabs "hindu," The word hindu, therefore is after all a correct aryan word, and is used in its original sense. I have come across a number of Young men raising objections against it; hence this explanation.

۲- دھرم - سنسکرت میں دھری اور فارسی میں دار - رکھنے اور تصرف کرنے کے معنوں میں ہے۔ اسی سے لفظ دھرم بنایا گیا۔ چنانچہ مہابھارت میں ہے۔

धारणाद्धर्ममित्याहुर्धर्मेण विधृताः प्रजाः
यः स्याद्धारण संयुक्तः स धर्म इति निश्चितम् ॥

داشت و برداخت کرنے کی قابلیت کی وجہ سے دھرم دھرم کہلاتا ہے جس طریقہ میں تحفظ کی قوت ہو اسکو دھرم کہنا چاہیئے۔ دھرم تین طرح کا ہے۔

इमे ते लोक धर्मार्थं त्रयः सृष्टाः स्वयंभुवा ।
पृथिव्यां सर्जने नित्यं सृष्टांस्तानपि मे शृणु ॥
वेदोक्तः परमोधर्मः स्मृति शास्त्रगतोपरः ।
शिष्टाचीर्णोपरः प्रोक्तस्त्रयो धर्माः सनातनाः ॥

سو سمجھو (خدا) نے تین دھرم مخلوقات کی پیدائش کے ساتھ ساتھ پیدا کئے۔ **ویدک دھرم۔ سمرتی دھرم اور بزرگوں کا ڈالا ہوا رسم و رواج** - (مہابھارت انو پروہ)

## 2.—DHARMA.

The second word is Dharma. Its root is dhri (Persian dar) to hold. Hence that which holds and is capable of holding is called Dharma.

Now Dharmas are three. Brahma created the three Dharmas along with the creation (1) the Vedic, (2) the Smriti Dharma, and (3) the customary Dharma established by customs immemorial. (Anu Parva M. B.)

دھرم کی تین قسمیں دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ قدیم سے آرین لوگوں میں مختلف دھرم رائج تھے۔ اور ویدک دھرم سب پر غالب نہ تھا۔ اسکی ویسی ہی وقعت کی جاتی تھی جیسے کہ اوروں کی۔ وید کے طرفدار اُسکے پھیلانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ اُنکو بھی رسم و رواج اور رشیوں کی رائے کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا۔ لوگ خاندانی رسموں اور گُرو کے ارشاد کو وید پر ترجیح دیتے تھے۔ عوام الناس سے لیکر اعلےٰ طبقے تک یہی حال تھا۔ (۱) دیکھو رام مہاراج کہتے ہیں۔

**प्रत्यगात्ममिमं धर्म सत्यं पश्याम्यहं ध्रुवम् ।**
**भारः सत्पुरुषैश्चीर्णस्तदर्थमभिनन्द्यते ॥**
**क्षात्रं धर्ममहं त्यक्ष्ये ह्यधर्मं धर्म संहितम् ।**
**क्षुद्रैर्नृशंसैर्लुब्धैश्च सेवितं पापकर्मभिः ॥**

یہ ہمارا کشتری دھرم اگرچہ دھرم کہلاتا ہے۔ مگر دراصل ادھرم ہے۔
بے رحم اور پست ہمت لوگ اس پر چلتے ہیں۔ میں تو اسکو چھوڑتا ہوں۔ اور اس
روحانی قدیم سنیاس دھرم پر چلتا ہوں۔ جس پر نیک بندے چلتے آتے ہیں
اور اسکی تکالیف کو برداشت کرتا ہوں۔ (رامائن ایودھیا کانڈ سرگ ۱۰۹)

These three Divine Dharmas clearly point out, that from times immemorial people have been observing various sorts of beliefs, regarding them all to be as anthentic as the Vedic and that the Vedas had never held the monopoly or superiority. Rather they had to submit to the demands of the popular faith. On the whole the Vedas seldom occupied the heart and soul of the believer. This we gather from the opinions of people of light and learning of ancient India :—

(1). Rama in exile says: This our Vedic Kshattra Dharma followed by the merciless mean-minded sinners I am going to abondon which, though really adharma, is wrongly called Dharma. I welcome this my present spiritual Dharma and the duties enjoined by it. This burden has been borne by the good and I welcome it accordingly.

(۲) لنکا فتح کرکے رام مہاراج نے رانی سیتا کو ساتھ لیا اور ایودھیا پہنچکر
اپنا راج جا سنبھالا۔ ایک دفعہ کچھ بازاری افواہ سن کر اداس ہو گئے۔ اور رانی سے
علیحدگی اختیار کی۔ گو اسکی عصمت اور پاکدامنی کا انکو پورا یقین تھا۔ مگر قومی رواج
اور ہر دل عزیز بن جانے کی آرزو کا زور پورے سے بھی زیادہ تھا۔ وہی غالب

رتھا۔

کشتریوں میں رواج تھا کہ اگر کسی عورت کو غیر مرد کا ہاتھ لگجاتا تھا تو اسکو
برادری سے نکال دیا کرتے تھے۔ ایک حد تک تو یہ احتیاط درست ہے۔ مگر اگر
کسی عفیفہ عورت کو کوئی غیر مرد زبردستی پکڑ لے جیسے سیتا کو راون نے یا شہزادی
انبا کو بھیشمہ نے۔ تو ایسی حالت میں غریب عورت کا کیا قصور۔ انبا بنارس کے
راجہ کی بڑی بیٹی تھی۔ اور منسوب ہوچکی تھی۔ بھیشمہ کو اپنے بھائی کے لئے رانیوں
کی ضرورت تھی۔ تیار ہوکر بنارس پہنچا۔ اور راجہ کی تین لڑکیوں کو زبردستی
جھپٹ چھین رتھ میں ڈال اپنے ملک کو چل دیا۔ اسوقت اور بہت سے راجہ
رشتہ کے خواستگار وہاں آئے ہوئے تھے۔ بعضے ڈر گئے۔ بعضوں نے تعاقب کیا
مگر بھیشمہ منجھلا شہزادہ تھا۔ اُس نے سب کو مار ہٹایا۔ آخر انبا نے موقع پاکر اُسے
اپنا قصہ سنایا۔ سنتے ہی بھیشمہ نے اس کو اُسکے دولہا کے پاس بھیجدیا۔ مگر دولہا نے
دولھن کو قبول نہ کیا۔ کیونکہ پکڑ دھکڑ میں بھیشمہ کے ہاتھ اُسے لگ چکے تھے۔
بیچاری انبا ماری ماری پھرا کی۔ کسی نے اُسے مدد نہ دی۔ آخر برہمنوں کے
رشتم پرشورام پاس پہنچی۔ جو اپنی بہادری اور کرامات کی بدولت کشتریوں
کے لئے موت کا نمونہ گنا جاتا تھا۔ اُس نے وعدہ کیا مگر جوانمردی نہ دکھائی۔ آخر
یہ مصیبت زدہ شہزادی جنگلوں میں بھٹکتی پھری اور مر گئی۔ سیتا اور انبا دونو
نامور گھرانوں کی تھیں۔ اور دونوں کے ماں باپ زندہ تھے۔ کسی نے بھی
اُنکی مدد نہ کی کیونکہ دستور کے موافق وہ برادری سے خارج ہوچکی تھیں۔

(2) After destroying Ravana, Rama, as advised by the Gods, took Sita. returned to Ayodhya, and settled there peacefully. But some time afterwards a bazar rumour so much upset him, that he separated from her. This was not due to any evil disposition of Rama, but due mainly to the reverence he had for

tradition and popularity : a Kshattrya would seldom choose to take a woman touched by another man though perforce and entirely against her will. Such was the misfortune that befell Sita and Amba. As Sita was forcibily carried away by Ravana and rejected by Rama, so was Amba by Bhishma and rejected by her suitor. Princess Amba after a good deal of knocking about applealed to the Hercules of the Brahmins, Prashu Rama. He gave her all promises of help, but failed to be chivalrous. This princess died in exile disappointed. The force of the traditional faith which overrode the Vedic Dharma is to be noted from the fact, that both Sita and Amba were of illustrious families, but their parents and relatives disowned them forthwith.

(۳) وید پر رسم و رواج کے ترجیح دیئے جانے کی ایک اور مثال ویاس مہاراج کی قابل دید ہے۔ ان بزرگوار کا نام کرشن ہے۔ چونکہ انہوں نے ویدوں کے ترتیب دینے کی خدمت انجام کو پہنچائی اس لئے انکو ویاس (ترتیب دہندہ یا ایڈیٹر) کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

विव्यास वेदान्यः मास्त तस्माद्व्यास इति स्मृतः।

یہی مہابھارت اور اٹھارہ پرانوں اور اور کتابوں کے مصنف گنے جاتے ہیں۔ لیکن رسم و رواج کی پیروی ان پر بھی غالب تھی۔ انہوں نے ہی اپنے فتوے سے پانچ پانڈووں کا بیاہ ایک شاہزادی دروپدی سے کرایا گو دروید راجہ سمرتی کے لحاظ سے

एकस्य बह्वयो जाया भवन्ति नैकस्यै बह्वः सपतयः

اسکو ادھرم کہتا رہا۔

(3). We find another important example

of the neglect of the Vedic Dharma in the action of the editor of the Vedas, Vyasa himself. It was he who sanctioned the marriage of one princess Droupadi with five Pandavas.

(۴) ان سے بھی بڑھکر شری کرشن کی مثال دیکھئے۔ ویاس نے تو پانچ پانڈوؤں کا نکاح ایک بیوی سے کرایا۔ شری کرشن نے چھٹے خاوند کو اُن کے ساتھ متسلک کرنا چاہا۔ اور کرن راجہ کو دُریودھن کی صحبت سے ہٹنے کے لئے یُوں ترغیب دی کہ تو تو کنتی کا بڑا بیٹا اور اسلئے پانڈوؤں کا بڑا بھائی ہے۔ تو ہی راج کا مالک ہے۔ دُریودھن کو چھوڑ اور اپنے پانچوں چھوٹے بھائیوں سے ملکر اُن کے ساتھ ساتھ دروپدی کے چھٹے خاوند ہونے کا فخر حاصل کر۔
(مہابھارت)

(4). And to crown all we take the action of Shri Krishna. He appealed to Karana to abandon the company of Duryodhana and in return thereof become the head of the Pandavas and the sixth joint-husband of the queen Draupadi.

غرض یہ ہے کہ وید کے احکام کی تعمیل کو بڑوں سے چھوٹوں تک کسی نے لازم نہیں سمجھا۔ بزرگوں کے رسم اور گرو کے ارشاد کے ساتھ وید کو بھی مانتے رہے۔ عناصر کی پوجا۔ ستاروں کی پرستش جیسے ہزارہا سال پہلے کیا کرتے رہے جانوروں کی پوجا برابر چلی آتی ہے۔ بھوت پریت کی پوجا ویسی ہی ہوتی ہے یوگ بھی موجود ہے۔ سنیاس بھی موجود ہے۔ وید بھی ہے۔ دیوتا بھی ہیں برہما بھی ہے۔ شنکر بھی ہے۔ وشنو بھی ہے۔ اور لوگ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ پرماتما ایک ہے۔

سینکڑوں رشیوں اور بہت سے اوتاروں کا تذکرہ کتابوں میں موجود ہے

گران میں سے کسی کو ایسی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کہ اسکے کہنے سے لوگوں نے پچھلے خیالات بھلا دیئے ہوں۔ اور اسکے ارشاد پر عمل کیا ہو۔ ہندوستان کی حالت سے مشابہ ایران کا ملک ہے۔ وہاں جب ایک خدا کا خیال پیدا ہوا اور عناصر کی پرستش کے ختم ہونے کا وقت آیا۔ تب زرتشت پیغمبر نے اپنی قوم کو وحدانیت کا سبق پڑھایا جس کا اثر ہوا اور لوگوں نے عناصر کو خدا کہنا چھوڑ دیا۔ اور ایک یزدان کو خدا ٹھیرایا۔ اور اسی کی پرستش کرنے لگے۔ ؎

نہ گوئی کہ آتش پرستان بودند      پرستندۂ خاص یزدان بودند

ایسا کوئی مہاتما ہندوستان میں نظر نہیں پڑتا جس کے اثر نے پرانے خیالات کو اکھاڑ کر نئے سچے عقیدہ کو جمایا ہو۔ یہاں تو لوگوں نے جسکو مانا اسکو بھی پرانے ذخیرہ میں شامل کر لیا۔ اور خود اوتاروں میں سے ایک شری کرشن کی مثال دیکھنے سے اصل نقشہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ شری کرشن نے بھگودگیتا میں تلقین کی۔ کہ صرف مجھ ایک وشنو کو مانو۔ میری پرستش کرو۔ مجھے ہی نذرانہ دو۔ اور کسی دیوتا کی پوجا نہ کرو۔ اور نہ کسی کو نذرانہ دو۔ مگر لوگ بدستور سابق اور دیوتاؤں کی پوجا کے ساتھ وشنو کی پوجا کرتے ہیں۔ پرانی خاندانی رسومات کو چھوڑ نہیں سکتے اور خود شری کرشن بھی اپنی رتھ کی پوجا کرتے تھے۔ سورج کو پوجتے تھے۔ اور اپنے گھر کے دیوتاؤں کو مانتے تھے۔ (بھاگوت پران اسکندھ ۱۰)

جب خود انہوں نے رسومات کو نہیں چھوڑا۔ تو معتقد اور پیرو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ اس عمل درآمد کا یہ اثر ہوا کہ دھرم پر دھرم چپکتا رہا۔ اور لیپ پر لیپ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ سمجھدار لوگ چلا اٹھے کہ دھرم کھو گیا۔ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ دیکھو نمبر (الف) رام مہاراج فرماتے ہیں۔

सूक्ष्मः परमविज्ञेयः सतां धर्मः !

کہ نیکوں کا دھرم بہت باریک اور دقیق ہے۔ (رامائن کشکندھا کانڈم سرگ ۱۸)

اور اب مہاراجہ یدھشٹر کیا کہتے ہیں۔

न धर्मः परिपाठेन शक्यते भारत वेदितुम् ।
सदाचारो मतो धर्मः सन्तस्त्वाचारलक्षणाः ॥
साध्यासाध्यं कथं शक्यं सदाचारो ह्यलक्षणम् ।
पुनरस्य प्रमाणं हि निर्दिष्टं शास्त्रकोविदैः ॥
वेदवादाश्चानुयुगं ह्रसन्तीतीह नः श्रुतम् ॥

کوئی شخص مداومت کرکے بھی دھرم کو نہیں جان سکتا۔ بعض لوگ نیک چلنی کو دھرم کہتے ہیں۔ اور نیک چلن والوں ہی کو نمونہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ جاننا کہ یہ چلن نیک ہے اور یہ چلن بُرا ہے۔ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ستیہ یگ میں اور دھرم تھا۔ تریتا یگ میں کچھ اور۔ اور دواپر یگ میں اور کا اور۔ اور کلی یگ میں نرالی صورت کا ہو گیا۔ مجھے تو دھرم طلسم سا معلوم ہوتا ہے۔ ذرا میں دکھائی دیتا ہے۔ ذرا میں چھپ جاتا ہے۔ گو لوگ اسکی علامات بتلاتے ہیں۔ مگر تشخیص کرنا مشکل ہے۔ اور ہم یہ بھی سنتے ہیں کہ وید کا رواج روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔

(ج) ایسے ہی کادمبری بھی شکایت کرتی ہے۔

ترئی میوہ کلی یگ دھوستہ دھرم شوک گرہیتہ ون واسام۔

کہ تینوں وید بے دینی کو دیکھکر بیزار ہو گئے اور جنگلوں میں جا بسے۔

(د) اور بھیشمہ بزرگ کی نالہ وزاری بھی سُنئے۔

स्वधर्मे परितुष्टाश्च श्रेयो नोपालभामहे ।
शास्त्रैश्च बहुभिर्भूयः श्रेयो गुह्यं प्रवेशितम् ॥

گو ہم اپنے شاستروں سے راضی خوشی ہیں۔ مگر اصل فلاح ہمیں نصیب نہیں شاستر بہت ہیں۔ اور اُن میں اچھے بُرے کی تمیز کرنا مشکل ہے۔ اگر ایک شاستر ہوتا تو کیسی اچھی بات ہوتی۔ اب تو فلاح غائب ہے۔ کون سے دھرم میں؟ یہ معلوم نہیں۔

(۸) جب درو پدی کو دریودھن نے دربار عام میں پکڑ بلایا۔ تو اس مصیبت زدہ شہزادی نے بھیشمہ اور تمام درباریوں سے اپیل کی۔ کہ اس ادھرم کو کیسے جائز رکھا جاتا ہے۔ کہ میں پردہ دار شریف بی بی سب کے سامنے بے پردہ کی جاتی ہوں۔ اسوقت بھی بھیشمہ جیسے بزرگ نے کہا۔

उक्तवानस्मि कल्याणि धर्मस्य परमागतिः ।

लोके न शक्यते ज्ञातुमपि विज्ञैर्महामतिः ॥

کہ دھرم بہت باریک شے ہے۔ علما بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کہ کیا دھرم ہے (سبھا پروہ)

(۹) یہی شکایت بھاگوت پران میں بھی ہے۔

ایکانتم بہودوارم دھرماہور منیشینہ۔

عقلا کہتے ہیں کہ دھرم کے بیشمار دروازے ہیں اور بہت سے راستے۔

قصہ مختصر جابجا یہی شکایت نظر آتی ہے۔ کہ دھرم بہت باریک ہے اور اس کا پالینا مشکل۔ اگر راجہ یودھشٹر خود ویدک دھرم کو نہ بھولتا تو ملک اور قوم دونوں کی حالت اچھی ہوتی۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ یوگیشور (یوگ کے مالک) کے ہاتھ پانڈووں کی تکمیل تھی۔ انہیں کی تدبیر سے پانڈووں کو دولت اور سلطنت پھر نصیب ہوئی۔ دیکھو کوروں اور پانڈووں کی لڑائی کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ دریودھن کی ٹانگوں پر وار نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کی ٹانگیں کمزور تھیں۔ جب دریودھن کی فوج غارت ہو گئی۔ اور تمام مددگار مارے گئے۔ اور وہ اکیلا رہ گیا۔ اسوقت بھیم نے اسے تلاش کر کے لڑائی کا اعلان کیا۔ دریودھن آمادہ ہو گیا۔ دونوں نے خوب حربے کئے۔ شام ہونے آئی۔ مگر دریودھن نے بھیم کو موقع نہ دیا۔ بھیم نے قسم کھا رکھی تھی کہ شام سے پہلے دریودھن کو مار ڈالوں گا۔ اسلئے نہایت حیران و پریشان تھا۔ کہ کیسے اسکو مار کر قسم پوری کروں۔ اسکی حالت دیکھکر شری کرشن نے

ہدایت کی کہ اسکی ٹانگیں توڑ ڈال - ورنہ وہ نہ مریگا اور تو جھوٹا پڑیگا - بھیم تو اسے خلاف معاہدہ تصور کرتا تھا - مگر یوگیشور کے اشارہ سے تقویت پاکر اس نے بھگود گیتا اور بھاگوت پُران کی حسب ذیل تلقین پر عمل کیا -

बुद्धियुक्तो जहातीह उभे सुकृतदुष्कृते ।
तस्माद्योगाय युज्यस्व योगः कर्मसुकौशलम् ॥

عقلمند شخص نیک و بد کا خیال نہیں کیا کرتا جیسے ہو کام نکال لیتا ہے - کیونکہ یوگ کے معنی کام میں حذاقت کے ہیں - (بھگود گیتا)

दोषबुद्ध्या भयातीतो निषेधान्न निवर्तते ।
गुणबुद्ध्या च विहितं न करोति यथार्भकः ॥

گناہ کے ڈر کے مارے یوگی کسی کام کو نہیں چھوڑتا - اور ثواب کی امید میں کسی کام کو نہیں کرتا - وہ تو بچہ کی طرح معصوم ہے - گناہ و ثواب سے ناواقف حرام و حلال اسکو سب درست ہیں - وہ سب کچھ کرتا ہے - اور کچھ بھی نہیں کرتا -

اور فوراً دُریودھن کی ٹانگیں توڑ ڈالیں - اور پانڈوں کو فتح نصیب ہو گئی مہاراجہ دھرتراشٹر نے اسی خلاف معاہدہ عملدرآمد کی شکایت کرتے ہوئے کہا -

मिथ्याहतं वासुदेवस्य बुद्ध्या ॥

کہ دیکھو دُریودھن کو یہ ہدایت سری کرشن خلاف معاہدہ مار ڈالا - (آدی پروہ)

جب ویدک دھرم اور یوگ دھرم میں ایسی چپقلش ہو - اور دھرم موم کی ناک یا مٹی کا کھلونہ بنا لیا جائے - تو دھرم کی رسومات اور قربانیاں کیوں بند نہ ہوں -

So far as we can see, it seemes established, that the Vedic principles though respected were seldom followed. These were simply added on to the popular customs and thus formed a superficial layer put over the old thought but never displaced them. This accounts for the existence today in India of the premitive forms of worship and old mode of thought. Elsewere reformers have been more successful. For instance in Persia, when the prophet Zoroaster taught the unity of the creator, people heared him and obeyed him : element worship was suppressed and service to one Yezdan was established. The Teacher had a strong will. He cared more for the Unity of God than for the beliefs that he found around him. Here in India, let us take the case if Shri Krishna. He invites people to worship Vishnu in him and renounce other dieties. But in his turn he worships his ratha (chariot), the sun, and his family gods. The result is that the people added him to the store of dieties they had before. From the elements till Vishnu all are worshipped today just as they were in times gone by. The result of these diversing thougts of ages accumulating in the mind of thinkers was the formation of numberless Dharmas so much so that the seeker after truth became unable to distinguish between right and wrong. Let us see what they thought centuries before: *Rama says* " the Dharma of the righteous is verily hard to know and difficult to perceive."

Yudhishthira says: with all one's might one can not find out Dharma. Some say righteousness is Dharma and the virtunous should be our standard. But how to distinguish between righteousness and

unrighteousness when we find that Dharma of various Yugas differ, so much so that it appears to me like a talisman appearing and disppearing instantly: and we hear that vedic talk is decreasing from day to day."

Bhishma says: we are pleased with our Shastras; but we cannot enjoy peace of mind because the number of Dharma is ligeon. It would certainly have been very fortunate if we had one to rely upon. As it is, real blessing is unknown and we cannot find it out."

Bhagavant Puran says "our Dharma has many doors and innumerable principles."

Kadambary says "she retired from the world like the Vedas disgusted of this sinful epoch."

Bishma again says: "Dharma is so Complex and intricate that even the learned are unable to find it out."

In short every where the comploxity of Dharma is lamented. No Dharma has ever been the sole Dharma in India. There have been numerous *gurus* and countless leaders and the people are. as if by nature, born to follow with closed eyes. The result is as Yudhishthir said that gulf between them and the Vedas became wider and wider. Yudhishthira thougt borne in a family believing in the Vedas, was a Staunch follower of Yoga. He talks of the disappearance of the Vedic doctrines but does not care to protect them. He was a protege of Shri Krishna the Lord of Yoga. In fact the Pandavas owed to him their sucess. His Yoga doctrines saved them. We take an example from history: It was one of the conditions laid down before the war, that no attempt was to be made to attack the legs of Duryodhana which were weak and defective After the war when it was found, that all the fighting men were slain and Duryodhana alone had escapad, Bhima was anxious to kill him before the setting of the sun that day to fulfil his Oath. He traced him out and engaged him,

but Duryodhana did not give him a chance. Then Bhima was in a fix and there was no time to lose. The sun was nigh sinking. At that time the Yoga of Shri Kreshna came into play and he advised Bhima to break the legs of Duryodhana. Though Bhima hesitated and considered the deed to be adharma involving violation of the terms of war, he acted on the following principles of Yoga morality laid down in Bhagawadgita and Bhagawat Puran respectively "a person endowed with wisdom abandous thoughts of virtue and vice; he acts and acts and accomplishes his aims. Yoga does not mean inaction, rather it means cleverness in action." A Yogi does not abandon what he has to for fear of its being immoral; and he does not do what he has to do with an idea of its being a virtuous act. He acts being in different to virtue and vice like a child," and attacked Duryodhana on his legs and disabled him Dhirtarshtra referred to this breach of faith when he said that Duryodhana was killed faithlessly through the advice of Shri Krishna. Such being the conflict between the Vedic Dharma and the Yoga, there is no wonder if the Vedas are neglected.

Some seventeen years ago. I had the privilege of the Company of a Swami Ram Tirath on board a steamship for several days and finding a good opportunity asked him the following particulars: "Is it reasonable that an educated and sensible man like you should give up all human virtues and duties and try to become a Yogi. I take it that the Yoga enables you to fly in the skies and penetrate the interior of the earth to your hearts content Will this do away with that responsibility which your birth among mortals entails? Do make me understand the soundness of your position. Duties to parents and mankind cannot be replaced. Can Yoga and penances genuinely support them? You prove a burdens on society, you do not earn your living. Do you admire a drone? Man ought to work and be a help to others if he can. Along with these I read out to him the lines of Sadi to the following effect

"go out O sneak, be a devouring lion, do not mimic the lame fox" On hearing my words the Swami took a few minutes to think, and then honestly confessed that he could in no way defend himself. He believed in the Yoga was his final answer. This plain confession of an educated man reflected clearly on the position of the Vedas and the Yoga I heard with some concern that this zealous Yogi, united himself with the Paramatma by drowning himself through a tragic smadhi in water.

On the other hand we read (Bhagvat 6) that real Dharma is that which is land down in the Vedas; and what is against that is adherma, because the Vedas are Sayambhu (God) incarnate. This is only a verbal expression. The Vedas indeed lay down sacrifices, charity, and austerities; out of these duties the first has been rejected and those who advocate the cause of the Vedas furiously oppose sacrifices.

غرض کہ ویدک دھرم پر عمل نہ کرنے کی اَور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ جن کی تفصیل موجب طوالت ہے۔ مگر آج کل کے تعلیم یافتہ اصحاب کو میں نے بالعموم یوگ کی طرف ملتفت اور وید سے غافل پایا چنانچہ

سترہ اٹھارہ برس ہوئے۔ مجھے سوامی رام تیرتھ ایم۔ اے جیسے مہاتما کے ساتھ جہاز پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ خوش اخلاق اور سنجیدہ شخص تھے۔ مگر سیانی مکھی کی طرح مکڑی کے جالے میں پھنس چکے تھے۔ ایک روز موقع پاکر میں نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ جیسا لکھا پڑھا شخص اور انسانی فرائض کو ترک کرکے فرشتہ بننے کی خواہش کرے۔ اگر آپ سمادھی کرکے آسمانوں میں اُڑنے لگیں۔ یا زمین کے مرکز سے گذر کر امریکہ پہنچ جانے جوگی روحانی قوت پیدا کریں تب بھی پیدائشی حقوق کا بوجھ آپ کے سر سے نہیں ٹلیگا۔ یا تو آپ انسانی فرائض کو جھٹلائیے۔ یا قطع تعلق کی سچائی مجھے سمجھائیے۔ جن لوگوں

نے آپکو پالا پرورش کیا۔ ان کا بھی آپ پر حق ہے۔ جن کے دنیا میں پیدا ہونے کا ظاہری سبب آپ ہیں۔ ان کا بھی آپ پر حق ہے۔ جس زمین پر آپ چلتے پھرتے ہیں۔ اُس کا بھی آپ پر حق ہے۔ ایسے ہی علیٰ قدر مراتب حقوق کے بوجھ سے آپ دبے ہوئے ہیں۔ علم و عقل اور روحانیت کے لحاظ سے دھرم اور دنیا کے لحاظ سے آپ کیسے بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔ حقوق کے ادا نہ کرنے کا گناہ آپ کے ذمہ ہے۔ کوئی سی بھی روحانیت اسکو مٹا نہیں سکتی۔ اور جب دل گنہگار رہو۔ تو روحانیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ آپ جیسے جوان آدمی کو چاہیئے کہ محنت مزدوری کر کے خود کھائے یا نہ کھائے۔ مگر اوروں کو کھلائے۔ اپاہج بننے کا طریق آپ نے کیسے پسند کیا۔ یہ کہکر سعدی کا یہ شعر

برو شیر درندہ باش اے دغل　　مینداز خود را چو روباہ شل

پڑھ سنایا۔ رام تیرتھ نے کچھ دیر تامل کیا۔ اور کہا کہ اس سوال کا جواب میں کچھ نہیں دے سکتا۔ اور انسانی فرائض کو بھی رد نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کروں یہ میرا عقیدہ ہے۔ قطع تعلق اور علیحدگی اس میں لازمی ہے۔ رام تیرتھ جیسے لکھے پڑھے شخص کو یوگ میں ثابت قدم دیکھ کر وید کے بے اثر ہو جانے اور اور دھرموں کے پھیلنے کی بابت جو تعجب مجھے ہوا کرتا تھا۔ وہ جاتا رہا۔ چند سال بعد میں نے سُنا کہ وہ یوگ سمادھی کے ذریعہ سے پانی میں غوطہ لگا پرماتما میں جا ملے۔

گو رام تیرتھ کا آتما یوگ کی برکت سے پرماتما میں جا ملا۔ مگر دھرم کی اصل تو وید ہے۔ چنانچہ بھاگوت پران سکندھ ۶ میں دیکھئے۔

वेदप्रणिहितो धर्मोह्यधर्मस्तद्विपर्ययः ।
वेदो नारायण साक्षात्स्वयम्भूरिति शुश्रुम ॥

جس کا وید نے حکم دیا ہے وہی دھرم ہے۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہو۔ اس کو ادھرم کہنا چاہیئے۔ کیونکہ وید تو خود نارائن سویمبھو ہی ہے۔

مگر یہ تو زبانی جمع خرچ ہے۔ عملدرآمد کو دیکھنا چاہئے۔ ویدلے یدنیہ (قربانی) دان (خیرات) اور تپہ (ریاضت) کو فرض کیا ہے۔ گر معتقد قربانی کے سخت مخالف ہیں۔

It is said that the Sattyayuga (the golben age) flourished before the advent of agriculture when people lived on "akrishta pachcha" food i. e., fruit and grain obtained without tilling the soil. Then came in the age of tilling of soil; Halantum Brahmaverchasum (tilling destroy virtues) being the principle, innocence disappeared and sin took its place. So the golden age was replaced by the Traita Yoga (tri three) when the worship of three sacred fires regularly commenced and that of the creator Brahma. From the animal class of gods the cow and the bull were naturally the most important. Nandi, the charger of Shiva (Shanker) was Shiva himself. In countries agricultural like India, Persia, and Egypt, it was almost natural in the crude thinking of those days to worship the immediate cause of livelihood. Similary in Persia the agricultural animals were respected, and even today a bull is maintained in fire temples and its urine is used by the believers on sacred occasions. But no country has perhaps shown more respect to the bull than the Egyptians. They worshiped bulls as their principal gods: and the embalmed mummies of over a score of them are preserved in polished sarcophajii kept in the hall of the wonderjul temple of Tai discovered at Shara near Cairo. The Babylonians, the Assyrians, the Phaeniciens also revered the bull. King Nebuchadnazar embelishes his town with bulls and walking snakes*. But more marvellous, more imperishable than the tablet of brass or than the pyramids of stones is the heiroglyphic bull†. Ages have rolled by, but its name is ever fresh We learn it in chiidhood and remember and repeat it throughtout life. The word alpnabet is derived from alpu or aleph an ox; and bet from bait a house (Phaericien). The Semetic people rulled over Egypt for several centuries and learnt the science of hieroglyphics from the Egyptians and then invented the world-wide modern alphabet The English A represents a bull's muzzle "A" with two horns (upside down). The Arabic and the Deonagri " 1 " represents one horn, the most

---

*Printed in relief on baked bricks.

†The Isaac Taylor.

developed hint to convey the sound intended. Thus the divinity of the foreign bull has rightfully been acknowledge by the Indian borrowers in the name "Deonagri"—letter used in the town of the Deva!

سنسکرت کے محاورہ میں انسان کے ابتدائی زمانہ کو ستیہ یُگ یعنی راستی کا زمانہ کہتے ہیں۔ اُسوقت نہ کوئی حاکم تھا نہ محکوم۔ کاشتکاری نہ تھی۔ لڑائی جھگڑے نہ تھے۔ "اکرشٹہ پچیہ (فارسی میں "ناکاشتہ پختہ") کاشت کئے بغیر ناج پات پھلوں وغیرہ پر گذران ہوتی تھی۔ آدمی کم تھے اور میدان وسیع تھا خیال کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ رفتہ رفتہ آبادی بڑھی۔ قدرتی ناجیات کافی نہ ہوا۔ تب دماغ کے استعمال کا وقت آیا۔ کاشتکاری کا خیال پیدا ہوا۔ ہل چلانے کی نوبت آئی اسکے ساتھ کاشتکاری کے جانوروں کی پُوجا ہونے لگی۔ یعنی تم برہما و برجیسم۔ ہل کے چلتے ہی روحانیت کی جگہ نفسانیت نے قدم رکھا۔ دھرم لنگڑا ہوا اور حاکم کی ضرورت پڑی۔ منو کا زمانہ آیا۔ اور قانون اور قاعدے بنے۔ اسی کو تریتا یُگ کہتے ہیں۔ (تری۔ انگریزی میں تھری۔ اُردو میں تین) تین آگون کی پرستش شروع ہوئی۔ اور برہما کو معبود ماننے لگے۔ اسی لفظ سے برہمن لفظ بنا۔ برہما کا خیال جن کو آیا یا جنھوں نے برہما کو سمجھا انکو برہمن کہنے لگے۔ اسی یُگ میں وید کو کشتری لوگوں نے رواج دیا۔ چنانچہ رامائن میں مذکور ہے

दुर्लभस्य च धर्मस्य जीवितस्य शुभस्य च ।
राजानो वानर श्रेष्ठ प्रदातारो न संशयः ॥

راجہ ہی دھرم کے رواج دینے والے اور امن و امان قائم رکھنے والے ہیں۔ اِن اوراق میں کسی جگہ ہنومان کی بتائی ہوئی تفصیل مندرج ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ستیہ یُگ میں ایک ہی قانون تھا تین وید نہ تھے۔ تریتا یُگ میں تین وید ہو گئے۔ اور قدیم دھرموں کے ساتھ اُن کا بھی

رواج ہوتا گیا۔ قدیمی دیوتاؤں کے ساتھ برہما کی پرستش اور یجور وید کی حکم کردہ
قربانی شروع ہوئی۔ کاشتکاروں میں گائے بیل کی پرستش کچھ تعجب کی بات
نہیں۔ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ایران اور مصر اور اور ممالک میں بھی بیل
کی پوجا کا رواج تھا۔ قدیم ایران کی رسومات کی یادگاریں آجتک بمبئی کے
آتشکدوں میں بھی بیل رکھا جاتا ہے۔ اور خاص خاص موقعوں پر اوسکا پیشاب
استعمال کیا جاتا ہے۔ بابل شہر میں بھی بیل اور سانپوں کی بڑی وقعت تھی۔
چنانچہ مشہور بادشاہ بخت نصر نے اپنے شہر کو بیلوں اور پیروں سے
چلنے والے اژدہاؤں سے آراستہ کیا۔ یعنی فصیلوں میں بیلوں اور پیروں
سے چلنے والے اژدہاؤں کی تصویروں سے منقش اینٹیں لگائیں۔ ایران
کے مشہور بادشاہ جمشید کا گنج گاو مشہور ہے جس میں جواہرات سے مرصع
جانور بنواکر رکھے۔ ہندوستان میں شیو کی سواری کا بیل پوجا جاتا ہے۔ گائے
کا پیشاب پینے اور گوبر کھانے کا رواج چلا آتا ہے۔ مگر مصر میں جو عروج بیل
کو ہوا وہ کسی اور ملک میں نہیں ہوا۔ ہزارہا برس ہوتے مصری لوگ بیل
کو خدا سمجھا کرتے تھے۔ گوسالہ سامری اور سحر سامری ان دونوں کا تذکرہ
کتابوں میں موجود ہے۔ مصر کے دارالخلافہ سے کچھ دور ایک گاؤں سقارا
نام کا ہے۔ اسکے گردو نواح میں پرانی آبادیوں کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ وہاں
یوروپین مصریوں نے ایک قدیم زمین دوز مندر کھود نکالا ہے۔ جس کو
تاپی کا مندر کہتے ہیں۔ اس عجیب و غریب مندر میں کوئی بیس بائیس قد آدم
سنگ سماق کے صندوق رکھے ہیں۔ ہر ایک میں بچھڑے خدا کی لاش ممیائی
کی ہوئی رکھی ہے۔ گوسالہ سامری کا جادو واقعی عجب جادو تھا۔ جس نے
بنی اسرائیل کو گوسالہ پرست بنا دیا تھا۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آج
تمام دنیا میں سب اسی گوسالہ کا نام لیتے ہیں۔ بچے۔ جوان۔ بڈھے اسے یاد
کرتے ہیں۔ اور اسی کے صدقہ علم سیکھتے ہیں۔ اور اسے نہیں بھولتے۔ کیا

ایسا بیل معجزہ کا بیل نہیں۔ یہ آلف۔ ب۔ یہ آلفے بیٹ اور یہ دیوناگری کے حروف۔ اسی بیل کی کرامات کا ایک کرشمہ ہیں۔ مصری لوگوں نے جب اس حد تک ترقی کی کہ لکھنے کی نوبت آئی۔ تو اشیائے کی تصویر بنا کر خیال کو ادا کیا کرتے تھے۔ یہ طریقۂ خیال کے ادا کرنے کا مصریوں سے اور لوگوں نے سیکھا۔ اور ضرورت اور سمجھ کے موافق اس میں تبدیلیاں کرکے اس سے کام لیا۔ شیمٹک لوگوں نے کچھ عرصہ تک مصر میں سلطنت کی اور وہاں سے تصویر نویسی کا فن اپنے ساتھ لائے۔ اور اسکو ترقی دی اور ایسی دی کہ آج وہی دنیا بھر میں رائج ہے۔ ایک دو حروف بطور نمونہ کے دیکھنے کافی ہیں۔ قدیم آسیرین زبان میں بیل کو الپو اور فی نی شین میں الف کہتے تھے۔ اس لئے برکت کے لئے بیل دیوتا کی تصویر کو سب سے پہلے جگہ دی۔ پھر ترقی کرتے کرتے سر اور سینگوں پر اکتفا کیا۔ ∀ یہ بیل کے سر کی تصویر ہے۔ اوپر دو سینگ ہیں اور نیچے منہ لٹکا ہوا ہے۔ یہی بدلتے بدلتے انگریزی میں A ہو گیا اور آجتک جیسا لیا تھا ویسا ہی چلا آتا ہے۔ مگر عربوں نے اس میں ترقی کی اور صرف ایک سینگ کافی سمجھا۔ بجائے ∀ کے آ لکھا۔ اسی علامت کو اب ہم آلف کہتے ہیں۔ دیوناگری میں بھی یہی علامت استعمال کیجاتی ہے ایسے ہی اونٹ کی پوری تصویر بنانے کی جگہ صرف گردن اور سر پر اور پھر صرف سر پر اکتفا کیا۔ دیکھو (ج) (جـ) عربی میں جل اونٹ کو کہتے ہیں۔ دیوناگری میں یہی علامت ہے۔ مگر اسکو اُلٹ کر لکھتے ہیں "ज"۔ ج کا دائرہ بائیں طرف اور سر داہنی طرف۔

**تاسف** ۔ ۱۸۹۰ء میں جب میں نے سنسکرت کے حروف سیکھنے شروع کئے۔ تو مجھے دو حرف क اور ख دیکھکر تعجب ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ ان میں اور انہیں عربی حروف میں بہت مشابہت دکھائی دیتی تھی۔ میں نے کئی آدمیوں سے استفسار کیا مگر کسی کو واقف نہ پایا۔ عربی اور سنسکرت دو

مختلف قوموں کی زبانیں ہیں۔ اس لئے ان میں مشابہت کی گنجائش نہیں
بتاتے۔ تکاہل اور دماغی افلاس ایک بُری بلا ہے۔ اس مشابہت نے مجھے
تحریص نہ دلائی کہ میں اور حرفوں کو بھی دیکھوں۔ سالہا سال گذر گئے اور
میرے دماغ نے جو اوروں کا غلام ہے پھر کبھی اُن حروف کی طرف توجہ
نہ کی۔ خود سوچنا اور خود رائے قائم کرنا تو ہمارے ہاں کُفر ہے۔ کوئی راستہ
دکھائے تو ہم چلیں۔ چند سال ہوئے مجھے محقق میکسملر کے لیکچر پڑھنے کا
اتفاق ہُوا۔ صاحب موصوف نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دیوناگری کے
حروف سیمیٹک لوگوں سے لئے گئے ہیں۔ ان سے پہلے کھروستی حروف میں
سنسکرت لکھی جاتی تھی۔ یہ پڑھتے ہی میرے دماغ کی سالہا سال کی اندھیری
گھٹا میں بجلی سی کوند گئی۔ اور میں نے آنکھیں کھولکر جب نظر ڈالی تو اکثر
حروف صاف صاف دکھائی دینے لگے۔ بعد ازاں ڈاکٹر اسحٰق ٹیلر کی کتاب
ہسٹری آو لیٹرس (تاریخ ایجاد حروف) سے پوری تصدیق ہوگئی دیکھو
گوسائی سامری کا معجزہ کہ اپنے ملک میں تو خدا تھا ہی۔ ہندوستان آکر بھی
دیوتا ہی کہلایا۔ دیوناگری یعنی دیوتاؤں کے نگر میں رائج حروف۔
کہتے ہیں کہ عیسوی سنہ سے کوئی ایکہزار برس پہلے یمن کا ملک تجارت
کی بڑی منڈی تھا۔ اسی منڈی کے ذریعہ سے ہندوستان کی تجارت
یورپ وغیرہ ملکوں سے ہُوا کرتی تھی۔ غالباً یمن کے باشندوں کو ہندوستانی
لوگ یَوَن کہا کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ خود یمن والے اسوقت اپنے ملک کو
یَوَن کہتے ہوں۔ یا وہاں بھی یمن اور یَوَن دو تلفظ ہوں۔ یا جن ہندوستانیوں
کو یمن سے کام پڑتا تھا۔ وہ اسکو یَوَن کہتے ہوں۔ یَوَن لفظ کو غالباً بلحاظ مناسبت
لفظی سنسکرت کے عالم مسٹر آپٹے اپنی ڈکشنری میں ایونیا (یونان) لفظ
سے بنا یا بتاتے ہیں۔
گئو نے بیل کی عظمت جیسے اور زراعتی ملکوں میں ہوئی۔ ویسے ہی ہندوستان

میں بھی ہوئی۔ قربانی کے جانوروں میں گلئے اور بیل کا اوّل درجہ رکھا گیا یہاں تک کہ ان کا پیشاب اور گوبر بھی متبرک شمار کیا گیا۔ جیسے حروف کی ابتدا تبرکاً بیل کے نام سے ہوئی ویسے خیال کیا جاتا ہے کہ بیل ہی کی آواز سے تبرکاً لفظ اوم لیا گیا جو متبرک ہے اور ویدوں کی قرأت کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں تینوں خداؤں کے نام شامل بتائے جاتے ہیں۔ اس کے پہلے حرف سے تینوں خدا (برہما۔ شیوا اور وشنو) مراد لئے جاتے ہیں ایسے ہی اور دوسرے۔ معتقدین میں تنازع ہے۔ ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمارا خدا پہلے تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تینوں خدا ایک ہی ہیں۔ وہ ایک ہی تین نام سے نامزد ہوا۔ مگر رامائن اور مہابھارت کی حکایتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ جو ترتیب پرانوں میں پائی جاتی ہے۔ مختصراً اس کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہیں ان اوراق میں کہیں اور لکھا گیا ہے کہ ست یگ کے ختم ہونے پر برہما کی پرستش شروع ہوئی۔ برہما ہی خالق تھا۔ حریفوں کے دماغوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خالق تو بہت کمزور ہے اسکی مخلوقات کو جو قوت مار ڈالتی ہے وہ زیادہ زبردست ہے۔ اس لئے شیو یا شنکر کے نام سے اسکی پرستش کرنے لگے۔ اور شیو کے معتقدین کشتریوں نے یورش کر کے برہما کی پرستش کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اور برہما پرستوں کی سلطنتیں چھین لیں۔ چنانچہ بھاگوت پران سکندھ ایک میں اشارہ ہے۔

परातृवरप्राणप्रीप्सुरूर्ध्वं! यावद्गम हन्नमथाप्यया कः ॥

فلاں شخص اپنی جان بچانے کو ایسے زور سے بھاگا جیسے شنکر کے خوف سے برہما۔

والمیکی مہاراج نے رامائن میں پہاڑ پر سے گنگا نیچے اُترنے کا تذکرہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھاگیرتھ راجہ نے برہما سے آسمانی گنگا کو زمین پر گرانے کی استدعا کی۔ برہما نے جواب دیا کہ تیری درخواست منظور

ہے۔ میں گنگا کو نیچے اُتار دوں گا۔ مگر زمین پر اسکے گرنے کا صدمہ شنکر کے سوائے اور کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ (یعنی میری قوت اب زمین پر باقی نہیں۔ شنکر کا غلبہ ہے) جاؤ شنکر سے درخواست کرو۔ (بالکانڈم سرگ ۴۲)

गङ्गायाः पतन राजःपृथिवी न सहिष्यते ।
तां वै धारयितुं राजन्नान्यं पश्यामि शूलिनः ॥

بھاگیرتھ راجہ برہما پرست تھا۔ اسکو شنکر پرست ہو جانے کی ترغیب دی گئی۔ اور خود اس کے معبود برہما کے منہ سے کہلوایا کہ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ شنکر سے التجا کرو۔ اس طرح برہما پرستی کا خاتمہ ہوا۔ مگر اور حریف شنکر سے خوش نہ تھے۔ کیونکہ ہلاک کرنے والی قوت انکو پسند نہ آئی۔ مہربان اور قائم رکھنے والی قوت کو بنام وشنو انہوں نے خدا بنایا۔ تب وشنو کا زمانہ آیا۔ وشنو پرستوں نے زور کیا۔ اس کے متعلق بھی ایک حکایت سُننے کے لائق ہے۔

جب رشی لوگوں اور دیوتاؤں کو مخالفوں نے دق کرنا شروع کیا تب وہ سب ملکر فریاد کے لئے شنکر کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ان ظالموں کو نیست و نابود کیجئے۔ تب شنکر نے جواب دیا۔

नाहं तान्हनिष्यामि ममावध्या हि ते सुराः ।
किंतु मन्त्रं प्रदास्यामि यो वै तान्निहनिष्यति ॥
एतमेव समुद्योगं पुरस्कृत्य महर्षयः ।
गच्छध्वं शरणं विष्णुं हनिष्यति स तान्प्रभुः ॥

اے بزرگو میں تو ان کو ہلاک نہیں کر سکتا وہ میری پناہ میں ہیں لیکن مشورہ بتاتا ہوں کہ تم وشنو کی پناہ میں جاؤ۔ وہی قادر ہے انکو ہلاک کر دے گا۔ (راماین اُتر کانڈم)

یہ جواب بھی ویسا ہی عاجزانہ ہے جیسا کہ برہما کا جو اوپر آ چکا ہے۔

وہاں برہما نے اپنی لاچاری اور شنکر کی قوت کا اعلان کیا۔ یہاں شنکر نے اپنی کمزوری کا اور وشنو کی طاقت کا اعتراف کیا۔ مزید برآں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ شنکر ظالموں کو پناہ دیتا ہے اور کسی کی فریاد کو نہیں سُنتا۔

اِس قسم کی اور حکایتیں بھی لوگوں نے برہما اور شنکر کی [illegible] المیت ثابت کرنے کے لئے خود انہیں کے منہ سے کہلوائیں۔ راماین میں تو معمولی الفاظ میں۔ مگر بھاگوت پُران میں اندر برہما اور شنکر کی بُرے الفاظ میں تعریف کی ہے جابجا ان دونوں سے وشنو کی تعریف کرائی ہے۔ اور وشنو کی اطاعت کی ہامی بھروائی ہے۔

ابھی اوپر گنگا کے پہاڑ سے اُتارنے کا تذکرہ آیا ہے جب راجہ نے برہما کے کہنے سے شنکر سے درخواست کی تو شنکر نے قبول کیا۔ اور آسمانی گنگا کے گرنے کے صدمہ کو اپنے سر لیا۔ اور وہ شنکر کے سر کے بالوں میں سے بہتی ہوئی زمین پر گرنے لگی۔ یہاں تک تو برہما کی معزولی اور شنکر کے تسلط کا ثبوت تھا۔ جب وشنوی لوگ غالب ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ گنگا کے بہنے میں تو وشنو کا کچھ بھی حصہ نہیں۔ تب انہوں نے کہا کہ

विष्णुपादच्युतां दिव्यामपापां पापनाशिनीम्

शङ्करस्य जटाजूटाद्भ्रष्टां सागरतेजसा ॥

گنگا تو وشنو کے پاؤں کا دھوون ہے۔ جو شنکر کے سر پر گرتا ہے (راماین الیودھیا کانڈ ہم سرگ ۵۰)

اس سے دو مطلب حاصل ہوئے۔ ایک تو گنگا کی پاکیزگی بڑھی دوسرے وشنو کی عظمت ثابت ہوئی۔

ایسے ہی ایک اور مثال بھی ہے جب دشرتھ راجہ کے اولاد ہونے کے لئے رِشیہ شرنگ نے اِشٹی یعنی نذرانہ کیا۔ سب دیوتا حصّہ لینے وہاں آئے۔ اور سب نے ملکر برہما سے کہا کہ حضور کا گرگا راون مخلوقات کو تکلیف

دیتا ہے۔ آپ نے اُسکو بہت بڑھا رکھا ہے۔ اور آپ کے سبب سے ہم کچھ نہیں
کر سکتے۔ آپ اس کا علاج کیجئے۔ اور لوگوں کو اُس کے فتنہ سے امن دیجئے
انکی درخواست سُنکر برہما نے جواب دیا کہ ضرور اسکو سزا ملنی چاہئے۔ مگر مینے
اُس سے لطف و مہربانی کا وعدہ کیا ہے۔ اور امن دیا ہے۔ میں کچھ نہیں کر سکتا
صرف انسان اُسکو مار سکتا ہے وغیرہ۔ ابھی یہ تذکرہ ہو ہی رہا تھا کہ وشنو بھی
وہاں آگئے۔ انکو دیکھتے ہی سب دیوتا وغیرہ برہما کو چھوڑ وشنو کے پاس گئے
اور ان سے کہا کہ آپ انسان بنکر دنیا میں جائیے اور دشرتھ راجہ کے بیٹے
بنکر راون کو ہلاک کیجئے۔ انکی درخواست وشنو نے قبول کی۔ اور دشرتھ کے
بیٹوں میں حلول کیا۔ چنانچہ رام اور لکشمن صورت وشنو نے راون کو مار ڈالا۔
اور اسکی سلطنت چھین لی۔ اس بیان سے ظاہر ہے کہ دشرتھ کے وقت بھی
وشنو ہی لوگ وہاں موجود تھے۔ اور لوگ اور دیوتاؤں کو چھوڑ وشنو کی طرف
میل کرتے جاتے تھے۔ وشنو نے رام اور ان کے بھائیوں کی صورت میں اوتار
لے کر شنکریوں کی کئی سلطنتیں چھین لیں۔

برہما۔ شنکر (شیو) اور وشنو کے ظہور کا جو سلسلہ اوپر دکھایا گیا ہے۔ وہ
بالکل خیالی نہیں۔ مہابھارت اور رامائن اور بھاگوت پران کی روایات سے
ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ شروع سے ایک وشنو کا خیال موجود نہ تھا۔ لفظ
برہمن بھی یہی دلالت کرتا ہے۔ ہزارہا سال سوچ بچار کے بعد ایک پرماتما
کا خیال ہوا۔ انسان کا خیال منجھتے منجھتے صاف ہوتا ہے۔ اور اس میں ترقی ہوا
کرتی ہے۔ ایک دو اور حکایتیں اسوقت یاد آئیں۔ جو رامائن۔ مہابھارت
اور بھاگوت پران میں مندرج ہیں۔ ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خیالات
نے یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کو شکستیں دیں۔

ایک دفعہ دیوتاؤں میں مباحثہ ہوا کہ برہما۔ شیو اور وشنو ان تینوں خداؤں
میں سے کونسا پرستش کا اہل ہے۔ اُنہوں نے بھرگو رشی کو پنچ مقرر کیا کہ

تحقیقات کر کے فیصلہ صادر کرے۔ بھرگو رشی گستاخانہ برہما کے حضور میں حاضر ہوا نہ سلام کیا اور نہ آداب بجالایا۔ اس پر برہما بگڑ گئے۔ اور اس کو سخت و سست کہا۔ بھرگو نے استغفار اور حمد و ثنا کی۔ برہما راضی ہو گئے۔ اس کے بعد وہ شیو کے دربار میں پہنچا۔ وہاں بھی بیباکی کا اظہار کیا۔ شیو آگ بگولا ہو گئے۔ اور اسکو جلا ہی ڈالا ہوتا۔ مگر رشی نے معافی مانگی اور توبہ کی۔ اور جوں توں جان بچا وہاں سے نکل وشنو کے پاس پہنچا۔ وشنو سو رہے تھے۔ یہ دیکھکر اس نے ایک کڑی لات جڑی۔ جو سینہ پر پڑی۔ اور فوراً نیل اوپڑ آیا۔ وشنو اٹھ بیٹھے۔ اور بھرگو سے معافی مانگی۔ اور پوچھا کہ تمہارے پیر کو صدمہ تو نہیں پہنچا۔ اور اس کے پاؤں کو سہلانے لگے۔ ایسا برتاؤ دیکھکر بھرگو نے تصفیہ کیا کہ وشنو ہی بہتر اور پوجا کے لائق ہے۔ بھرگو کی ٹھوکر سے جو نیل پڑا۔ اسکو شری وتسہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ نشان جس میں شری (دولت) بستی ہے۔ معتقدین اس نشان کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور اسکو پوجتے ہیں۔ رامائن میں شیو کی شکست اور وشنو کی فتح کی بابت یوں مذکور ہے۔

तदा तु देवताः सर्वाः पृच्छन्ति स्म पितामहम् ।
शितिकण्ठस्य विष्णोश्च बलाबलनिरीक्षया ॥
अभिप्रायं तु विज्ञाय देवतानां पितामहः ।
विरोधं जनयामास तयोः सत्यवतां वरः ॥
विरोधे तु महद्युद्धमभवद्रोमहर्षणम् ।
शितिकण्ठस्य विष्णोश्च परस्परजयैषिणोः ॥
तदा तु जृम्भितं शैवं धनुर्भीमपराक्रमम् ।
हुंकारेण महादेवः स्तम्भितोऽथ त्रिलोचनः ॥
देवैस्तदा समागम्य सर्षिसंघैः सचारणैः ।

यमचेतौ प्रशमं तत्र जग्मतुस्तौ सुरोत्तमौ ॥
जृम्भितं तद्धनुर्दृष्ट्वा शैवं विष्णु पराक्रमैः ।
अधिकं मेनिरे विष्णुं देवाः सर्षिगणास्तथा ॥

دیوتاؤں نے برہما سے پوچھا کہ شیو اور وشنو خداؤں میں سے کونسا غالب ہے۔ تب برہما نے آزمائش کے لئے ان دونوں میں مخالفت پیدا کر دی۔ تب دونوں میں مہیب جنگ ہوئی۔ آخر کار شیو کی کمان ٹوٹ گئی۔ اور وہ وشنو کی ہنکار سے خوف زدہ ہو کر بے حس و حرکت رہ گئے۔ یہ دیکھکر سب رشی لوگ قائل ہو گئے کہ وشنو ہی زبردست ہے۔ (بالکانڈ سرگ ۷۵)

اِس کہانی سے بھی ثابت ہے کہ شیو کے غلبہ کے بعد برہما بالکل بیکار ہو بیٹھے تھے۔ پھر شنکر اور وشنو میں جھگڑا ہوا۔ آخر وشنو غالب ہوتے اور شنکر نے ہار مانی۔ جیسے شنکریوں نے برہما کو بھگایا۔ ویسے ہی وشنویوں نے شنکر کو معطل کر دینا چاہا۔ مگر انکی پوری کامیابی سے پیشتر مسلمانوں نے ہندوستان پر تصرف کر لیا اور وشنویوں کی ترقی مسدود ہو گئی۔ اب یدنیہ کا حال سُنئے۔

## یدنیہ کے کیا معنی ہیں؟

"یدنیہ" کا مادہ یج ہے جس کے معنی قربانی کرنے کے ہیں۔ اسی مادہ سے یدنیہ اسم بنایا گیا۔

We now come to the third word of our title the first two; Hindu and Dharma-have so far been discussed. Let us attend to the last but not the least of them-Yednya (sacrifice).

## WHAT IS MEANT BY YEDNYA?

2. The root of the word Yednya is Yej which means to sacrifice. The noun Yednya is made out of it.

# یدنیہ سے کیا مراد ہے

अहं हि सर्वयज्ञानां भोक्ता च प्रभुरेव च ।

त्वं क्रतुस्त्वं हविस्त्वं हुताशः स्वयं त्वं हि मंत्रः समिद्दर्भपात्राणि च ।
त्वं सदस्यर्त्विजो दंपती देवता अग्निहोत्रं स्वधा सोम आज्यं पशुः॥

میں ہی یدنیہ خود ہوں - میں ہی سب کا مالک ہوں - یعنی یدنیہ خود خدا ہے (بھگوت گیتا)

اے ایشور تو ہی یدنیہ ہے - تو ہی ہومی ہے - تو ہی آگ ہے - تو ہی منتر ہے - تو ہی ہیزم ہے - تو ہی وربھ گھاس ہے - تو ہی پاتر (ظروف) ہے - تو ہی دمپتی (میاں بیوی جمان) ہے - تو ہی دیوتا ہے - تو ہی اگنی ہوترم ہے - تو ہی سودھا (آبا و اجداد کا نذرانہ) ہے - تو ہی سومہ (ایک قسم کی منشی نباتات کا عرق جو قربانی میں پوجاری لوگ پیا کرتے تھے) ہے - تو ہی گھی ہے - تو ہی یدنیہ پشو (قربانی کا جانور) ہے - (بھاگوت گیتا)

## YEDNYA

## WHAT DOES YEDNYA SIGNIFY.

3. O Vishnu thou art the Yednya, ablation, incontation, fuel, darbha gross, patrum, ritvij, agni, dampati, agnihotrum, svadha, soma (extract if the soma creeper drunk at the time of sacrifice) by the presiding priests) Ghee, and the animal sacrificed.

## یدنیہ خود پرمیشور ہے اور وہ یدنیہ سے پہچانا جاتا ہے

तत्त्वं न ते वयमनञ्जन रुद्रशापात्कर्मण्यवग्रहधियो भगवन्विदामः।
धर्मोपलक्षणमिदं त्रिवृदध्वराख्यं ज्ञातं यदर्थमधिदैवमदोव्यवस्था ॥

اے ایشور تیری ماہیت کو ہم نہیں جان سکتے لیکن ان تین ویدوں کی پیدا کی ہوئی دھرم کی علامت یدنیہ سے جس کے اندر تو خود موجود ہے ہم تجھے پہچانتے ہیں۔ (بھاگوت ۴)

## GOD IS YEDNYA HIMSELF. YEDNYA AFFIRMS GOD.

4. We cannot know thyself O God, but through the Yednya established by the three Vedas we do realise the knowle lge of thy Being.

## برہما کے حکم سے یدنیہ کیجاتی ہے

5. Yednya has been instituted by Brahma and is offered to Brahma Himself. All creation rests on Yednya, and Yednya depends upon the creation.

خود برہما نے یدنیہ کا حکم دیا۔ اور یدنیہ برہما ہی کی نذر کی جاتی ہے تمام مخلوقات کی ہستی یدنیہ پر منحصر ہے۔ اور یدنیہ کی مخلوقات پر۔

ब्राह्मणप्रभवो यज्ञो ब्राह्मणार्पण एव च ।
अनुयज्ञं जगत्सर्वं यज्ञश्चानुजगत्सदा ॥

कर्मब्रह्मोद्भवं विद्धि ब्रह्माक्षरसमुद्भवम् ।
तस्मात्सर्वगतं ब्रह्म नित्यं यज्ञे प्रतिष्ठितम् ॥

## جو قربانی نہیں کرتا وہ دونوں جہانوں کو کھو بیٹھتا ہے

नायं लोकोऽस्त्ययज्ञस्य कुतोऽन्यः कुरुसत्तम ।
नायं लोकोऽस्त्ययज्ञानां परश्चेति विनिश्चयः ॥

جو قربانی نہیں کرتا وہ اِس جہان اور اُس جہان دونوں سے محروم رہتا ہے
(بھگود گیتا و شانتی پروہ) ویدکے عالم گواہ ہیں کہ جو لوگ قربانی نہیں کرتے
وہ دونوں جہانوں کو کھو دیتے ہیں۔

## NON SACRIFICERS LOSE BOTH THE WORLDS.

7. Knowers of the Vedas witness that those who do not perform sacrifices lose this as well as the world to come.

हयमेधेन पुरुषं परमात्मानमीश्वरम् ।
इष्ट्वा नारायणं देव मोक्षसेपि जगद्ध्यात् ॥

यज्ञोयं तव यजनाय केन सृष्टो विध्वस्तः

पशुपतिनाद्य दक्षकोपात् ।

तं नस्त्वं शवशयनाभशांतमेधं

यज्ञात्मन्नलिनरुचा दृशा पुनीहि ॥

(الف) نارائن وشنو کے حضور میں گھوڑے کی قربانی سے تمام دنیا کے قتل کر ڈالنے کے گناہ سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ (بھاگوت)

(ب) اے ذات معصوم وشنو تیری عظمت کے لئے برہما نے یدنیہ کرنے کا حکم دیا۔ شیو نے اُس کو خراب کر ڈالا۔ اے مجسّم یدنیہ وشنو تو ہی اس میدھا (جانور کی قربانی) کو رونق بخش اور تازہ کر۔

## IMPORTANCE OF YEDNYA.

By an Ashva Medha (a horse sacrifice) you will be discharged of the sin of the slaughter of the whole world.

O Vishnu, Brahma instituted the Yednya to glorify thee. Now Shiva spoilt it, Thou shouldst condescend to revive and purify it again.

## قربانی کرنا لازمی ہے

یودھشٹھر نے بھیشم سے کہا کہ وید کا حکم ہے کہ قربانی میں دکشنہ (نذرانہ) دینی چاہئے۔ اتنی دو۔ اور یہ دو۔ اور وہ دو یہ الفاظ تو دھرم کے سے معلوم نہیں ہوتے۔ یہ حکم تو ایک مصیبت ہے۔ یدنیہ کرنے والے کی استطاعت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا گیا۔ اگر کوئی عقیدتمند یدنیہ کرے اور برہمنوں کو پوری دکشنہ نہ دے۔ تو یدنیہ بیکار ہو جاتی ہے۔ اور عقیدتمندی رائگان چلی جاتی ہے۔ ایسی

حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ بھیشم نے جواب دیا کہ

न वेदानां परिभवान्न शाठ्येन न मायया ।
कश्चिन्महदवाप्नोति मा ते भूद्बुद्धिरीदृशी ॥

خبردار وید کے خلاف رائے قائم نہ کرنا۔ دکشنیہ تو یدنیہ کا لازمی جزو ہے
اور اسکے دینے سے خود ویدوں کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ جس قربانی میں دکشنیہ
نہ دی جائے وہ مکمل نہ ہوگی۔ پورنہ پاترم (برتن بھر کے ستو وغیرہ دینا) والے
حکم میں استطاعت ہی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مقدرت والے کو ضرور پوری دکشنیہ
دینی چاہئے۔ اور یاد رکھو کہ

अवश्यं तात यष्टव्यं त्रिभिर्वर्णैर्यथाविधि ।

برہمن۔ کشتری۔ اور ویشیوں کو ضرور قربانی کرنی چاہئے۔ (شانتی پرو ۶۰)

## YEDNYA IS INCUMBENT.

9. Yudhishthira said to Bhishma that according to the Vedic injunctions, dakshina (present or remuneration given to the Guru or priests) must be given. Words like 'give this much,' 'give that much,' do not appropriately suit a dharma function. Such Vedic orders are rather calamitous, no regard is paid to the capability of the sacrificer. A believer failing to pay the dakshina demanded, loses the Yednya and his sincerity of purpose. What should be done then?

Bhishma answered, be careful never disbelieve or discard the Vedas. Nonbelievers and hypocrites never attain greatness. Never disrespect the Vedas therefore. Of course dakshina should be paid; it is an inseparable part of Yednya. In fact dakshina adds to the glory of Yednya. No Yednya without

daxshina. In the purna patium (a basinful of crushed parched grain given to the priests) order regard has been paid to the ability of the sacrificer. Remember that the three castes, "Brahmin," Kshtrya and Banya, are bound to perform sacrifices.

सहयज्ञाः प्रजाः सृष्ट्वा पुरोवाच प्रजापतिः ।
अनेन प्रसविष्यध्वमेष वो स्त्विष्टकामधुक् ॥
देवान्भावयतानेन ते देवा भावयन्तु वः ।
परस्परं भावयन्तः श्रेयः परमाप्स्यथ ॥

انسان کے ساتھ ساتھ قربانی کو پیدا کر کے برہما نے ہدایت کی کہ یہ قربانی تمہاری مرادیں پوری کرنے والی ہے۔ یدنیہ کرو اور پھولو پھلو۔ یدنیہ کر کے تم دیوتاؤں کو نذرانہ دو۔ اور دیوتا تمہیں برکت دیکر نہال کریں۔

## ADVANTAGES OF YEDNYA.

40: Along with the creation of man Brahma created Yednya and enjoined "O my children this Yednya will do all for you, Perform Yednya and do prosper. You should please the devas with sacrifics and the devas will in return bless you.

न वै पापैर्हिंसते लुप्यते वा यो ब्राह्मणो भजते वेदशास्त्रः ।
ऊर्ध्वं यज्ञैः पशुभिः सार्धमेति संतर्पितस्तृप्यते न च कामै : ॥

جو برہمن وید شاستر کے حکم کے مطابق قربانی کرتا ہے ہرگز اسکو گناہ نہیں ہوتا
اور اس کا درجہ قربانی کا کام کرنے سے نہیں گھٹتا۔ بلکہ بڑھتا ہے اور وہ ذبیحہ
کے ساتھ بہشت میں جا پہنچتا ہے۔

## YEDNYA SECURES PARADISE.

11. A Brahmin who in conformity with the orders of the Vedas helps to perform Yednyas and immolate animals, no sin thereby pollutes him and his dignity is not lowered thereby; and verily he enters paradise along with the sacrifice and no desires trouble him any more.

एष वै स्वर्गो लोको यत्र पशुं संज्ञपयन्ति ।

جہاں جانور قربان کیا جاتا ہے اسی جگہ کو بہشت کہنا چاہیے۔ (یجور وید)

12. That indeed is heaven where they immolate the victim.

## قربانی بغیر بہشت میسر نہیں آسکتا

पशवश्च मनुष्याश्च द्रुमाश्चौषधिभिः सह ।

स्वर्गनेवाभिकाङ्क्षन्ते न च स्वर्गस्ततो मखात् ॥

تمام حیوانات اور انسان - درخت اور نباتات سب کے سب بہشت میں جانے کے آرزومند ہیں - اور بہشت بغیر قربانی کئے حاصل نہیں ہو سکتا -

## NO PARADISE WITHOUT SACRIFICES.

13. All men, animals trees, vegitables covet to go to paradise; and verily no paradise without sacrifices.

## پاکیزہ جانور ذبح کرنا برہمنوں کا فرض ہے

यज्ञार्थं ब्राह्मणैर्वध्याः प्रशस्ता मृगपक्षिणः ।
भृत्यानां चैव वृत्त्यर्थमगस्त्यो ह्याचरत्पुरा ॥

جنگل میں متوطن برہمنوں کا فرض ہے کہ یدنیہ کے لئے اور متعلقین کی پرورش کے لئے پاکیزہ جانور اور پرندے ذبح کیا کریں - جیسے اگستی رشی کیا کرتے تھے -

## ANIMAL SACRICE INCUMBENT ON BRAHMINS

14. It is incumbent on the forest dwelling Bramins to slaughter clean animals on the occasion of Yednya and for the living of their dependents as the rishi Augusti used to do formerly.

## قربانی کا منکر چور ہے

इष्टान्भोगान्हि वो देवा दास्यन्ते यज्ञभाविताः ।

तैर्दत्तानप्रदायेभ्यो यो भुंक्ते स्तेन एव सः ॥
( देवेभ्यस्तद्दत्तानेकर्माहिपश्वादीनदत्त्वा स्तेन एव स्यात )

دیوتا یدنیہ سے خوش ہو کر تمہاری مرادیں پوری کرتے ہیں۔ جو کوئی تم میں سے
دیوتاؤں کے عطیہ کے شکریہ میں یدنیہ نہ کرے۔ اور اکیلا کھا اڑاتا ہے۔ اُس
کو خدائی چور کہنا چاہئے۔ (بھگود گیتا)

## THE DELINQUENT.

15. The gods bless you and give you grain and animals; therefore any one of you who presents them with no offerings out of the gifts conferred by them and eates all himself is verily a thief.

## قربانی کا گوشت کھانا لازم ہے

नियुक्तस्तु यथान्यायं यो मांसं नात्ति मानवः ।
सप्रेत्य पशुतां याति संभवानेकविंशतिम् ॥

ویدکی حکم دی ہوئی قربانی کرکے جو کوئی قربانی کا گوشت نہ کھاوے۔ وہ
مرنے کے بعد اکیس بار جانور کی جون میں پیدا کیا جاتا ہے۔ (منو ادھیایہ ۵)

## A SACRIFICER SHOULD PARTAKE OF THE MEAT OF THE ANIMAL SACRIFICED.

16. Any one who performs sacrifice on any of the three occasion and does not eat the meat thereof gets the punishment of twenty one rebirths as a lower animal.

# روزمرہ گوشت کھانا بھی گناہ نہیں

नात्र दुष्यत्यदन्नाद्या न्प्राणिनोहन्यहन्यपि ।
धात्रैव सृष्टा ह्याद्याश्च प्राणिनोत्तार एव च ॥

پاکیزہ حلال کردہ جانوروں کا گوشت روزمرہ کھانے سے بھی آدمی
گنہگار نہیں ہوتا۔ خود خالق نے کھانے والے پیدا کئے اور خوراک پیدا کی۔

## DAILY MEAT EATING.

17. One who eates rightfully prepared meat every day commits no sin. The creator himself has created the eater and the eatables.

# نیا اناج اور جانور کی قربانی

नानिष्ट्वा नवसस्येष्ट्या पशुना चाग्निमान्द्विजः ।
नाद्यादन्नमद्यान्मांसं वा दीर्घमायुर्जिजीविषुः ॥

برہمنوں۔ کشتریوں اور بنیوں کو نیا اناج اور گوشت نہ کھانا چاہئے
جبتک قربانی کرکے نئے اناج کی پوجا نہ کریں۔

## NEW GRAIN AND MEAT.

18. An animal sacrifice should be performed by dwijas before eating new corn.

# قربانی کو ایذا نہ کہنا چاہئے

यज्ञार्थं पशवः सृष्टा स्वयमेव स्वयंभुवा ।
यज्ञस्य भूत्यै सर्वस्य तस्माद्यज्ञे वधोऽवधः ॥

(الف) یدنیہ کے لئے ہی سویمبھو نے جانور پیدا کئے۔ اسلئے یدنیہ میں ہنسا کرنے کو ہنسا نہ کہنا چاہئے۔

## YEDNYA IS NO MORE A BUTCHERY.

19. The creator has himself created the animals for sacrifices. Therefore a sacrifice should not be called a butchery.

(ب) دو دیوتا و بیان میں بیٹھکر آسمان سے اُترتے ہیں۔ اور زمین کی آبادیوں کو دیکھتے ہوئے لوگوں کی نسبت رائے لگاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ندی کے کنارہ آبادیوں کو دیکھکر ایک دیوتا دوسرے سے کہتا ہے۔

तीरे तीरे सरितामग्रहारोऽथ भूयानभ्योवर्गो वर्गो धरणिमरुताम ग्रहारेऽग्रहारे ।
वर्गे वर्गे धरणिमरुतां वर्धते साधु यज्ञो यज्ञे यज्ञे .स्वस्वस्तुभणः स्तोत्रशस्त्रानुघोषः ॥

دیکھو تو اس ندی کے کناروں پر برہمنوں کی بستیاں ہیں۔ ہر بستی میں جوتشٹومہ یدنیہ کی جا رہی ہے۔ اور ویدوں کے منتروں کی آواز آرہی ہے۔ ان برہمنوں کا چلن سمندر جھاگ جیسا صاف و شفاف کیسا دلپسند ہے۔

یہ سنکر دوسرے دیوتا نے اعتراض کیا کہ واہ اس کلی یُگ میں بھی یہ لوگ جانور کی قربانی کرتے ہیں۔ تم کیسے انکی تعریف کرتے ہو۔ اس زمانہ میں تو نہ قربانی کرنے والے برہمن ملتے ہیں۔ نہ ججمان میسر آتے ہیں۔ نہ حلال کا پیسہ علاوہ ازیں لوگوں کے دل بھی صاف نہیں۔ یہ برہمن تو شہرت پسند ہیں اور جانور کاٹے جاتے ہیں۔ حالانکہ نہانے دھونے کے قواعد بھی انہیں یاد نہیں۔ اگنی ہوترم کی رسومات یا دکشنا کے قواعد کا تو کیا ذکر ہے۔ یہ سنکر دوسرے نے جواب دیا۔

शिष्टेभ्यः प्रतिगृह्य वित्तमुचितं संपाद्य विद्याः कलौ भद्राः
श्छ्रुतिकल्पसूत्रचतुराँल्लब्ध्वा शुचीनृत्विजः ।
प्रीतिं भावयतीं प्रकाममधिसंधायाहरन्तः क्रतून् धीमन्तो युगमन्तिमं
तु कृतयन्त्यन्तर्मुखाः सततम् ॥

تم تو بُرائی کرتے ہو مگر یہ تو بڑی تعریف کی بات ہے کہ اس بُرے وقت بھی بھلے آدمیوں سے روپیہ پیسہ لیکر۔ علم سیکھ کر۔ تربیت یافتہ قربانی کنندہ پجاری بہم پہنچاکر اور خدا سے لو لگاکر یہ لوگ یدنیہ کرتے ہیں۔ اور کلی یُگ کو ستیہ یُگ کر دکھاتے ہیں۔ بُرے وقت کو بھلا بنا لیتے ہیں۔ یدنیہ کے مخالف یدنیہ کو ہنسا گنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جو مال ہے وہ یدنیہ کے لائق نہیں۔ اسلئے ہم جانور کی قربانی نہیں کرتے صرف ناج پات کی کر دیتے ہیں۔ دیکھو تو یہ کیسی غلط بات کہتے ہیں۔ کیا ناج پات خریدنے کے لئے ان کا مال پاک ہو جاتا ہے۔ اور جانور خریدنے کے لئے ناپاک۔

بات یہ ہے کہ کوشش سے جو مال ہاتھ لگے اس سے اگر خدا کے حضور میں یدنیہ کی جائے۔ تو کیا وہ یدنیہ میں شمار نہ ہوگی۔ ہوگی اور ضرور ہوگی۔ اور یہ بھی سُن لو۔

हिंसाकृत्यत्ययेयाविति कथयति यो वेद एवैष याघे
पश्वालंभं विधत्ते यदि कहह मखे वैदिक संशयीत ॥

हिंसात्वा भावमेवाध्वरपशुनिहतेराहरामानुजार्यः
तत्पक्षस्थोपि योन प्रसजति यजने कस्तदन्यो गुरुद्विट् ।

جو وید ایذا رسانی کو منع کرتا ہے۔ وہی وید قربانی میں پشو ہنسا کا حکم دیتا
ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی وید کا سمجھنے والا یدنیہ کرنے سے ہچکچائیگا۔
اس حکم میں شک و شبہ کرنے والے سے بڑھکر اور کون وید کا دشمن ہوگا
دیکھو بزرگ رامانج فرماتے ہیں کہ یدنیہ میں جانور حلال کرنا ہنسا نہیں ہے
پس ان کے پیرو بھی اگر یدنیہ نہ کریں۔ تو اُن سے بڑھکر اور کون اپنے گرو
کا بدخواہ ہوگا۔ اور ہاں یہ تو بتاؤ۔

हिंसान्तरेष्विव मखाश्रितहिंसनेपि जैनेतरो यदि जनो भजते
जुगुप्साम् ।
नार्यन्तरेष्विव न निंदति नन्दनानाम् निष्पादनं किमनघोपि
निजकलत्रे ॥

جینیوں کے علاوہ اور لوگ جو حکم شدہ یدنیہ کو ناجائز اور ہنسا کی برابر
جانتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ حلال کو حرام کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنی منکوحہ
بیوی سے اولاد پیدا کرنا کیوں ویسا ہی ناجائز نہو۔ جیسا کہ غیر عورت سے
کیونکہ جس وید نے ہنسا کو منع کیا ہے۔ اُسی وید نے یدنیہ کا حکم دیا ہے۔ ایسے
ہی جس وید نے غیر عورت کو حرام ٹھیرایا ہے اسی وید نے منکوحہ بیوی کو حلال
بتایا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حکم شدہ یدنیہ بُری ہے۔ تو حکم شدہ بیوی بھی
ناجائز ہے۔ اسلئے جو لوگ قربانی کو ہنسا کہیں انہیں چاہئے کہ منکوحہ بیوی کو
بھی حرام کہیں۔ یہ کیا کہ منکوحہ عورت کو تو جائز سمجھیں اور ماذون قربانی کو
ناجائز۔ ان دونوں صورتوں میں ایک حکم ہونا چاہئے۔ (وشوگن)

**या वेदविहीता हिंसा नियतास्मिंश्चराचरे ।**
**अहिंसामेव तां विद्याद्वेदाद्धर्मो हि निर्बभौ ॥**

(ت) دھرم تو وید سے نکلا ہے۔ اس لئے جس ہنسا کرنے کا وید میں حکم ہے
اسکو ہنسا کہنا ہی غلط ہے۔ (جانور حلال کرنے میں ہنسا ضرور ہے۔ مگر پرمیشور
کے حکم سے کیجاتی ہے۔ اس لئے ہنسا نہیں ہے۔

Dharma enjoins animals sacrifice, and it is based on the Vedas. Therefore an animal sacrifice should not be called *hinsa*

## SACRIFICES, FASTS, AND AUSTERITIES ARE BASED ON MOTIVES.

All sacrifices, actions, fasts and devotions &c., depend upon motives.

There descended two Devas from heavens and flying over various habitations of man, one of them speaks to the other: Lo there we see a number of Brahman settlements along the banks of that stream. The inhabitents seem engaged in tha Jotishtoma (Sacrificeto obtain paradise) as I gather from the hymns sung there. These Brahmins are surely of immaculate charming character. Hearing this remark, the other replied "Oh you should not praise them. In this Kali Yoga (sinful epoch) they ought not to slaughter animals. Nowadays it is hard to find competent sacrificial priests and righteous sacrificers, lawfully earned money, and sincerity of purpose. The Brahmains: down here are

rather fame hunters and continue animal slaughter though they themselves are ignorant of the ordinary rules of ablution—not to talk if ceremonies of agnihottrum or the rules of Diksha ?"

The other said: "It is rather praiseworthy on their part that during times unfavourable they earn money, educate themselves, secure competent sacrificials, priests, and inlove of the creator make the most of the worst times. It should be observed that people who are now against sacrificing animals asseert that their wealth is not lawfully obtained and therefore they do not undertake an animal sacrifice. Their fallacy should be expesed. unfair means should always be unfair. How could the money unfair to purchase an animal for a sacrifice turn to be fair to purchase corn for that pu-pose ? If it be considered unfair for the former, surely it should stand unfair for the latter. I say that people of small means who perform animal sacrifice to their Lord be applauded and encouraged Regarding the *hinsa* question, it should be noted that the Vedas which condemn *hinsa*, those very Vedas enjoin hinsa in sacrifices,. Now should any one possessing brains hesitate to offer animals in sacrifices ? I would explicitly say that those who doubt this authority should indeed be downright enemies of the Vedas. The fact then remains unquestioned that sacrifices are not acts of cruelty (hinsa).—One thing more strikes me Leaving aside the *Jainas*, other *Hindus*, who consider an animal sacrifice un-

lawful, ought logically to consider their wives unlawful : Because the Vedas that legalise married wives and disallow relations with others, the same Vedas enjoin *hinsa* in animal sacrifices and disallow *hinsa* otherwise. Now the two being equal, if the instituted slaughter be considered unlawful, the married wife should also be condemned. Let us therefore say that any one who slaughters an animal in conformity to the Vedic orders, can in no way be accused of *hinsa* ; and that slaughter in sacrifice is not butchery. Dharma is verily the offspring of the Vedas. Now Dharma enjoins sacrifices: Hence slaughter of animals for sacrificial purposes is no more a slaughter. The revered Ramanuj has observed that slaughter of animals in Yednya is not a *hinsa*. If the followers of that *Arya* hesitate to sacrifice animals, they are certainly enemies of their *guru*

## MOTIVE OR OBJECT OF SACRIFICES SHOULD BE DETERMINED.

قربانی سے پہلے نیت کرنا اور اسکا مقصد ٹھیرانا لازمی ہے

لیکن یوگ نیت اور مقصد دونوں کے مخالف ہیے

شرتی میں مذکور ہے کہ بہشت حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ قربانی کرنی چاہئے
اور جس مراد کے حاصل کرنے کے لئے قربانی کرے اسکو پہلے ٹھیرا لینا چاہئے

फलं प्रकल्प्य पूर्वं हि ततो यज्ञः प्रतायते । (شانتی پروہ)

ایسے ہی منو سمرتی میں ہے۔

व्रतानि यमधर्माश्च सर्वे सङ्कल्पसंभवाः ॥

نیاں نیت پر منحصر ہیں۔ اور صدم اور نہ بھی نیت پر مبنی ہے

## MOTIVE OR OBJECT OF SACRIFICES SHOULD BE DETERMINED.

20. To acquire heavenly blessings animal sacrifices must be performed and the motive must be determined before the action.

نوٹ۔ یوگیشور نے قربانیوں کو قائم رکھا۔ مگر مراد اور پھل کی امیدوں کو نیست و نابود کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ قربانیاں کرو مگر مراد حاصل کرنے یا نتیجہ کی امید نہ رکھو۔ چونکہ وید پھل اور امید پر مبنی ہے (منو ادھیایہ ۲)

काम्यो हि वेदाधिगमः कर्मयोगश्च वैदिकः ॥

اور یوگ۔ پھل اور امید۔ دونوں سے بیزار ہے۔ اسلئے دونوں میں مخالفت ہے

# کن کن جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے

راجہ یودھشٹر نے پوچھا کہ یوگ اور ویدک دھرم میں سے کونسا دھرم اچھا ہے بھیشمہ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ دونوں اچھے ہیں۔ مگر دونوں برتنے میں مشکل ہیں۔ دونوں رائج ہیں۔ ان کا صحیح معیار بتانے کے لئے میں تمہیں کپیلا منی اور ایک گائے کی گفتگو سناتا ہوں۔ غور سے سنو۔

وید کے احکام مدنظر رکھکر راجہ نہوش مہمانوں کی ضیافت میں بہت گائے بیل ذبح کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ توشٹو کی مہمانی میں اس نے گائے کاٹی۔ اتفاقاً کپیلہ منی وہاں جانکلا۔ اور کٹی پڑی ہوئی گائے کو دیکھکر چلا اٹھا کہ ہائے وید۔ دیکھو یہ وید کی کرتوت۔ وید کے حکم کے مطابق یہ گائے ذبح کی گئی۔

आम्नायमनु पश्यन्हि पुराणं शाश्वतं ध्रुवम् ।
नहुषः पूर्वमालेभे त्वष्टु र्गामिति नः श्रुतम् ॥
स बुद्धिमुत्तमां प्राप्तो नैष्ठिकीमकुतो भयाम् ।
सतीमशिथिलां सत्यां वेद।२ इत्यब्रवीत्सकृत ॥

کپیلا منی کی فریاد سنکر سیوم رشمی نام ایک برہمن منی روح بنکر اس گائے کے دھڑ میں حلول کر کے بول اٹھا کہ ہیں یہ کیا کہا۔ کیا وید پر اعتراض کرتا ہے وید کے سوائے اور کیا دستور العمل ہو سکتا ہے۔ وید کے منتروں اور علوم کے ماہر علما اور صلحا اس کے ہر ایک نقطہ کو مانتے ہیں۔ اور لفظ لفظ کو پوجتے ہیں تجھ جیسے تارک الدنیا والدین۔ خشک زاہد اور نا امید شخص کو وید سے کیا تعلق۔ اور تجھے نکتہ چینی کی کیا ضرورت۔ وید تو اس دنیا اور اس دنیا و مافیہا کے کاروبار سے متعلق ہے۔ اور تجھ کو تو ان باتوں سے واسطہ ہی نہیں یہ سنکر کپیلا منی نے جواب دیا۔ کہ نہیں میں وید کی مذمت نہیں کرتا۔ اور نہ عیب لگاتا ہوں۔ بات اتنی ہے کہ سب دھرموں کا مقصد ایک ہی ہے۔ سب

نجات کا راستہ سکھاتے ہیں۔ اور نجات جانوروں کو قربان کئے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ جیسے یتی (ختشاک زاہد) نجات حاصل کرتا ہے۔ ویسے ہی وید کا پیرو بھی۔ فرق یہ ہے کہ یتی آسانی سے اور کسی کو تکلیف دیئے بغیر اور وید کا پیرو بہت مصیبتیں اٹھا کر اور قربانیوں میں خون بہا کر۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ کہیں تو ایک کام کے کرنے کا وید میں حکم ہے اور کہیں اسی کام کی ممانعت ہے۔ ایسی حالت میں نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ کرنے میں گناہ کبیرہ کے سرزد ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور نہ کرنے میں کچھ بھی ڈر نہیں۔ ذرا دیر کے لئے وید اور شاستر کے احکام کو نظر انداز کر کے سوچو اور بتاؤ کہ آزار نہ دینے سے بڑھکر اور کیا طریقہ پسند خاطر ہو سکتا ہے۔ یہ سنکر سیومہ رشمی نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ سے سنتے چلے آتے ہیں کہ جسکو بہشت مطلوب ہو اس کو یدنیہ کرنی چاہئے۔ اور دیکھو یہ شرتی (وید و حواشی) کیا کہتی ہے۔

अजश्चाश्वश्च मेषश्च गोश्च पक्षिगणाश्च ये ।
ग्रामारण्याश्चौषधयः प्राणस्यान्नमितिश्रुतिः ॥

بھیڑ بکری۔ گائے گھوڑا۔ اور پرند اور آبادی اور جنگل کی نباتات سب کی سب انسان کی خوراک ہیں۔ اور یہ اور شرتی بھی سنو۔ (رشانتی پروہ)

तथैवान्नं ह्यहरहः सायं प्रातर्निरूप्यते ।
पशवश्चाथ धान्यं च यज्ञस्याङ्गमिति श्रुतिः ॥

جانور اور غلہ انسان کی روزمرہ کی خوراک ہیں۔ اور سب کے سب یدنیہ کا مصالحہ ہیں۔

एतानि सहयज्ञेन प्रजापतिरकल्पयत् ।
तेन प्रजापतिर्देवा न्यज्ञेनयजत प्रभुः ॥

انکو خالق نے یدنیہ کے حکم کے ساتھ ساتھ پیدا کیا۔ اور اُن سے دیوتاؤں کو نذرانہ دیا۔ اور بھی سنو۔

ग्राम्यान्यवराः सर्वे प्राणिनः सप्तसप्तधा ।
यज्ञेषूपाकृतं विश्वं प्राहुरुत्तमसंश्रितम् ।
( गौरजो मनुजोऽश्वश्च मेषाश्वतरगर्दभा ।
ग्राम्याः सप्तसमाख्याताः पशवः साधुभोविभिः ॥
सिंहा व्याघ्रा वराहाश्च महिषा वारणास्तथा ।
ऋक्षाश्च वानराश्चैव सप्तारण्याः प्रकीर्तिताः ॥ )

آبادی کے جانوروں میں سے سات اور جنگلی جانوروں میں سے سات بلحاظ اصالت قربانی کے لئے منتخب کئے گئے ہیں - انکی تفصیل یہ ہے -
آبادی والوں میں سے (۱) گائے (۲) بکرا (۳) انسان (۴) گھوڑا (۵) بھیڑ (۶) خچر (۷) گدھا -
جنگلیوں میں سے (۱) شیر (۲) چیتا (۳) سور (۴) بھینس (۵) ہاتھی (۶) ریچھ (۷) بندر -
اب ذرا غور کرو کہ جب ہمارے بزرگ اور بزرگوں کے بزرگ نسلاً بعد نسل اسی شرتی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں - تو اب کون لکھا پڑھا شخص اپنی مقدرت کے موافق قربانی نہ کریگا - اور ایک اور شرتی بھی سنو -

औषध्यः पशवो वृक्षा वीरुधाज्यं पयो दधि ।
हवि र्भूमिर्दिशः श्रद्धा कालश्चैतानि द्वादश ॥
ऋचो यजूंषि सामानि यजमानश्च षोडश ।
अग्नि र्ज्ञेयो गृहपतिः स सप्तदश उच्यते ।
अङ्गान्येतानि यज्ञस्य यज्ञो मूलमिति श्रुतिः ॥

سب طرح کا غلہ - جانور - درخت - نباتات - گھی - دودھ - دہی - قربانگاہ اطراف - یہ سب کے سب قربانی کے اعضا ہیں - اور پورا جسم قربانی کا خود

قربانی یعنی ایشور ہے۔

आज्येन पयसा दध्ना शकृतामिक्षया त्वचा।
वालैः श्रृङ्गेण पादेन संभवत्येव गौर्मखम् ॥

گائے کا دودھ۔ گھی۔ دہی۔ گوبر وغیرہ اور کھال۔ پونچھ۔ اور سینگ۔ سُنبھ سب اجزاء قربانی میں کام آتے ہیں۔

یودھشٹر کے سوال اور بھیشم کے جواب سے صاف ثابت ہے کہ یوگ اور وید دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ اور برابر ملتے جلتے تھے۔ وید کے ماننے والے کشتری لوگ جناب غالب رہے۔ وید غالب رہا۔ اور یدنیہ دُھوم دھام سے ہوتی رہی۔ اسی پر کشتریوں کی دولت اور فتوحات کا دارومدار تھا۔ یدنیہ کے موقعوں پر مہاراجہ کو اپنے زبردست راجاؤں کی اطاعت کا جائزہ لینا اور گردن کش کے ساتھ لڑنا پڑتا تھا۔ اسوقت سب ماتحت نذرانہ دیتے اور مدد کرتے تھے۔ ایک قسم کی سرگرمی اور بہادری کا خون ضرور جوش مارتا ہوگا۔ مگر قدیم یوگ دھرم کی تعلیم ہندوستان کے منفی مزاج لوگوں کو زیادہ مرغوب رہی ہے۔ مثلاً ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا۔ اور بیکار پڑے پھرنا جہاں نیند آئی وہاں سو رہنا۔ کسی کام میں جرات سے ہاتھ نہ ڈالنا۔ ذرا کسی ریلوے پلیٹ فارم پر جاکر سیر دیکھو۔ جب گاڑی آتی ہے مسافر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جو درجہ کھلا اُسی میں بھیڑوں کی طرح سر نیچے ڈالے ہوئے گھُسے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اندر کھڑے رہنے کی جگہ بھی باقی نہیں رہتی۔ برابر کے درجے اور اور گاڑیاں خالی کی خالی ہیں۔ مگر دیکھنے اور دروازہ کھولنے کی تکلیف کون کرے۔ کون جرات کرے اور قدم آگے بڑھائے۔ کوئی دوسرا شخص درجہ کھولے تو میں اندر جا بیٹھوں۔ یہ ہی ہر کسی کی تمنا۔ قدیم زمانہ سے یہ ہی حالت چلی آتی دکھائی دیتی ہے۔ رامائن اور مہابھارت وغیرہ کتابوں میں ایسے قصے

دکھائی دیتے ہیں جن سے قومی تساہل اور دلی جذبات کا کام میں نہ لاتا معلوم ہوتا ہے۔ یہ اثر قدیم یوگ کے خیالات اور بیراگی پن اور دنیا سے تعلق نہ رکھنے کی تعلیم کا ہے۔ ہر کوئی بچپن سے فقیروں کی صداؤں میں ایسی ایسی نصیحتیں سنتا سنتا قریب قریب ایاہج بنجاتا ہے منفی مزاج ہونے کا اثر ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ خود کچھ نہیں کرتا۔ سب کچھ تقدیر کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اور توکل پر تکیہ لگاتا ہے۔

یوگ دھرم ویدک دھرم سے پہلے کا ہے۔ جیسا کہ ہمیں ہنومان کے اور اوروں کے بیانات سے معلوم ہو چکا ہے۔ لفظ یوگ کا مادہ یج ہے جس کے معنی ہیں وصل کرنا۔ جوڑنا وغیرہ۔ جو کوئی اپنے خیال کو اور دھیان کو ایک طرف لگاتا ہے اُسکو یوگی کہتے ہیں۔ یہی تصوف کی بنیاد ہے۔ اسی نے تو ہمیں کو بے دست و پا بنا کر دوسروں کا کلام بنا دیا۔ اسکی بڑی شاخوں کا کچھ حال کتابوں میں میں نے پڑھا ہے۔ اس کا مختصر بیان کر دیا جاتا ہے۔ ایک تو وہ ہے جس کے کمل کرنے والے کو کپیلہ منی کہتے ہیں یہ سب سے اوپر کے مرحلہ کو پرش مان کر نیچے اُترتے ہیں۔ اور آخری درجہ یعنی عناصر تک چوبیس پچیس درجے گنتے ہیں۔ ان درجوں کو تتو یعنی حقیقت یا اصل کہتے ہیں۔ ان درجوں کو طے کر کے انسان پرش (روح القدس) یا پرماتما میں جا ملتا ہے۔ اسی فراق کی شکایت میں مثنوی کا شعر ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند    واز جدائی ہا شکایت میکند

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند    از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

انہیں مراتب کی تعداد کی وجہ سے اس خیال کو سانکھیا بھی کہتے ہیں۔ سنکھیا کے معنی تعداد کے ہیں۔ اور گنتی اور بیان کے۔ پچیس مراتب کو طے کر کے جیسے روح القدس عناصر میں آ پھیلی۔ ویسے ہی یوگی وصل کر کے اسے پھر اوپر لے جانیکی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے آتما کو پرماتما میں ملا دینا چاہتے ہیں۔ اور یوں خیال

کرتے ہیں کہ دنیاوی تعلقات ہمیں اوپر چڑھنے نہیں دیتے۔ اس لئے یہ سب تعلقات دور کر دینے چاہئیں۔ سنیاس کے معنی کاروبار چھوڑ دینے کے ہیں۔ اس لئے سنیاسی تعلقات کو چھوڑتے چھوڑتے اوپر چڑھتا ہے یہاں تک کہ پرش یا پرماتما میں جا ملتا ہے۔

دوسرا طریق وہ ہے جسکو بھگوت گیتا شری کرشن سے منسوب کرتے ہیں۔ شری کرشن کشتری ہیں۔ حکومت کے کاروبار کا چھوڑنا اور چھڑوانا کیسے انکو گوارا ہو سکتا ہے۔ لڑائی لڑنا۔ مرنا مارنا کشتریوں کا کام ہے۔ اس لئے انھوں نے سکھیا یا سنیاس کو معنوی لباس پہنایا۔ اور کہا کہ ظاہر میں کاروبار سے پورے تعلقات رکھو۔ سب کام کرو۔ قطع تعلق نہ کرو۔ مگر دل میں تعلق پیدا نہ کرو۔ اور ثمرہ کی امید نہ باندھو۔ جب تم بلا تعلق کام کروگے اور ثمرہ کی امید نہ رکھوگے۔ تو تم کام کرنے کے ذمہ وار نہ ہوگے۔ خدا اسکا ذمہ وار ہوگا۔ کیونکہ وہ خود ہی سب کچھ کرتا ہے۔

ईश्वरः सर्व भूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति ।
भ्रामयन्सर्व भूतानि यंत्रारूढानि मायया ॥

ایشور ہر کسی کے دل میں موجود ہے۔ اور انسان کو کٹھ پتلی کا سا ناچ نچاتا ہے۔ (بھگود گیتا)

न कर्तृत्वं न कर्माणि लोकस्य सृजति प्रभुः ।
न कर्मफलसंयोगं स्वभावस्तु प्रवर्तते ॥

پربھو (قادر مطلق) نے کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار اور اس کا ثمرہ انسان کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔ کرنا یا نہ کرنا اس نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے۔ اور اس کا ثمرہ بھی اسی کا ہے۔ انسان کو نہ کام سے تعلق ہے۔ اور نہ ثمرہ سے۔

گو اس موقع پر ثمرہ کی امید رکھنے کی ممانعت کی۔ مگر خود ارجن سے فرمانے

ہیں کہ اُٹھو لڑو۔ مارے گئے تو بہشت ثمرہ میں ملیگا۔ اور جیت گئے تو سلطنت کا عیش و آرام نصیب ہوگا۔

(نوٹ) امید اور ثمرہ دونوں قدرتی نعمتیں ہیں۔ جو خالق نے انسان کو بخشی ہیں۔ انسان کی زندگی کی مشکلات کو امید ہی آسان کرتی ہے۔ امید ہی اسکی شجاعت اور جفاکشی کو بڑھاتی ہے۔ امید ہی اسکو خطرناک مرحلوں میں سے گذرنے کی ہمت بخشتی ہے۔ امید ہی ناامید شخص کے مردہ دلکو زندہ کرتی رہتی ہے۔ امید ہی آدمی کو خدا کی رحمت کا امیدوار بناتی ہے۔ اگر امید نہ ہو تو نا امید یوگ کی طرح انسان بھی بیٹھ رہے۔ اور کچھ نہ کر سکے۔ جیسا کہ اوپر کے شلوکوں سے معلوم ہوا ہے کہ خدا سب کچھ کرتا ہے۔ کرنا آدمی کے اختیار ہی میں نہیں تو کیوں ہم امید نہ کریں۔ چاہیئے کہ امیدیں رکھیں اور سمجھیں کہ ایشور ہی ہم سے امید کراتا ہے۔ کیوں ہم ثمرہ کی تمنا نہ کریں۔ چاہیئے کہ ثمرہ کی تمنا کریں۔ اور سمجھیں کہ ایشور ہی ہم سے تمنا کرواتا ہے۔ امید اور ثمرہ کا خیال خود ایشور ہی نے ہمارے دل میں پیدا کیا ہے۔ اسی نے ہمیں امیدوار ہونا سکھایا ہے۔ اسی نے ہمیں زیج ہوکر ثمرہ حاصل کرنے کا سبق پڑھایا ہے۔

یودھشٹر نے پوچھا کہ کونسی قربانی ایسی ہے جو صرف دھرم کے لئے ہو نہ کہ ثواب کی خاطر راجہ یودھشٹر خاندان اور سلطنت کی خاطر وید کے احکام کی طرف اور دھرم کی خاطر یوگ کی طرف مائل ہے۔ وید تو دنیاوی کاروبار کے ذریعہ سے عقبیٰ حاصل کرنے کا سبق سکھاتا ہے۔ یدنیہ بھی ثواب اور مراد حاصل کرنے کے لئے کیجاتی ہے یوگی تو ثواب و عذاب۔ کامیابی اور ناکامیابی دونوں سے بیزار ہے۔ نہ اسکو ثواب سے خوشی ہوتی ہے اور نہ عذاب سے رنج اس لئے یودھشٹر نے یہ سوال کیا۔ اور بھیشم نے بہت معقول جواب دیا اور کہا کہ سنو ایک مفلس برہمن صرف دھرم کے لئے نہ کہ ثواب کی امید میں یدنیہ کرنے کو تیار ہوا۔ اسکی بیوی نے اس سے کہا کہ آج یات کی یدنیہ سے کیا حاصل ہوگا

اس سے بہشت جیسی نعمت میسر نہ آیگی (یعنی جانور ذبح کرنا چاہئے جس سے بہشت
ملے) ایسی خشک یگیہ سے کیا فائدہ وہ کہنے کو تو کہہ گئی مگر پھر خاوند کی بددعا
کے خوف سے کاروبار میں مصروف ہو گئی۔ اس برہمن کے پڑوس میں ایک
ہرن رہا کرتا تھا۔ اس نے یہ نئی طرح کی ناچ پاٹ کی یگیہ دیکھکر تعجب کیا اور
برہمن سے کہا کہ مہاراج کیا غضب کرے ڈالتے ہو۔ وید کے منتروں کی تعمیل بغیر
اور سوہات ادا کئے بغیر یگیہ کیسے ہو سکتی ہے۔ لیجئے مجھے نذرانہ بنائیے اور آگ
میں ہون کیجئے۔ اور سب سے بہشت میں قدم رکھئے۔

मा प्रक्षिप होत्र त्वं गच्छ स्वर्गमानान्वितम

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ دیوی ساوتری (قربانی کی دیوتا) وہاں ظاہر ہوئی
اور اس نے بھی ہرن کی تائید کی۔ برہمن نے عرض کیا کہ دیوی جی یہ ہرن میرا پڑوسی
ہے۔ میں کیسے اس کو حلال کروں۔ یہ جواب سنتے ہی دیوی ساوتری یگیہ کے
آگ کے کنڈ میں اتر گئی۔ اور برہمن ہاتھ جوڑے کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ اتنے میں ہرن
پھر بولا کہ مہاراج مجھے آگ پر چڑھاؤ۔ یہ سن کر برہمن نے اسے گلے لگایا۔ اور کہا
جیتے رہو۔ اپنے ہمسایہ کو میں کیسے ذبح کروں۔ یہ سن کر وہ ہرن بھی چل دیا۔ اور
کوئی آٹھ قدم چل کر واپس آیا۔ اور کہا کہ تو مجھے قربان کر۔ میں تمہیں روشن ضمیری
بخشتا ہوں۔ لو دیکھو یہ بہشتی پریاں اور اڑن کھٹولے مجھے لینے آئے ہیں۔ یہ عجب
نظارہ دیکھتے ہی برہمن کی مایوسی جاتی رہی۔ اور دھرم کے لئے ناچ پات کی یگیہ
کا خیال بھی معدوم ہو گیا۔ اور وہ سمجھا کہ بہشت ضرور قربانی ہی سے میسر آسکتا ہے
"ہنسا یام سورگ واسم سمر تھہ یت"۔ اور یقین آتے ہی اس نے اس ہرن کی قربانی
کی۔ یہ ہرن کوئی ہرن نہ تھا۔ بلکہ دھرم خود ہرن کا روپ بھر کے لوگوں کو دھرم سکھانے
کے لئے جنگل میں جا بسا تھا۔ یہ قصہ ختم کر کے بھیشم نے کہا کہ جیسے ہنسا نہ کرنا دھرم
ہے۔ ویسے ہی ہنسا کرنا بھی دھرم ہے۔ دونوں کا لحاظ کرنا چاہئے۔ بلا وجہ ہنسا نہ
کرنی چاہئے۔ اور مہنسا کے وقت ہنسا نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ یاد رکھو کہ کشتریوں کا

دھرم یدنیہ کرنے کا ہے۔ اور میں سچ کہتا ہوں کہ یہی سچا دھرم ہے۔

**نوٹ۔** یودھشٹھر اور بھیشم کے سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ قدیم سے ویدک دھرم کی یدنیہ یعنی جانور کی قربانی کو لوگ دھرم والے بند کر دینے کی کوشش میں لگے رہے ہیں۔ مگر کشتری فرمانروا وید کے حامی تھے۔ انہوں نے اپنی صولت کے زمانہ میں برہمنوں سے انسان۔ گائے۔ گھوڑے وغیرہ جانور کٹوائے۔ برہمن بھی دھرم کے پابند تھے۔ قربانی کا گوشت کھاتے کھلاتے تھے جب کشتری حکام نے عقیدہ بدل دیا۔ تب نلج پات کی یدنیہ اور جانور کی یدنیہ میں چپقلش ہونے لگی۔

بھیم سین نے ایک دفعہ یودھشٹھر کو شرمندہ کیا اور کہا کہ یہ کیا تم دھرم کے لئے دھرم پکارتے ہو۔ یہ توردی خیال ہے۔ دھرم تو انسان کی بہبودی کے لئے ہے نہ کہ خود اپنے لئے۔ تم تو اپنا اور امیوں کا ناس کئے ڈالتے ہو۔

कर्पस्याणोंहि यो धर्मो मित्राणामात्मनस्तथा।
व्यसनं नामतद्राजक धर्मः स कुधर्म तत् ॥

تمہارا دھرم تو بربادی پسند ہے۔ اسکو تو مصیبت کہنا چاہئے۔ نہ کہ دھرم۔ اودھرم کہنا چاہئے نہ کہ دھرم۔ (ون پرو)

यस्य धर्मोहि धर्मार्थं क्लेशभांन स पण्डितः।
न स धर्मस्यवदार्थं सूर्यस्यांधः प्रभामिव ॥

اور جو کوئی دھرم کو دھرم ہی کے صدقے مانتا ہو۔ اس کو تو احمق اور بدنصیب کہنا چاہئے۔ سچ پوچھو تو وہ دھرم کا مطلب ہی نہیں سمجھتا۔ جیسے کوئی اندھا سورج کی روشنی کو نہیں جان سکتا۔ (ون پرو)

**نوٹ۔** سویمبھو نے دھرم تو انسان کی ترقی کے لئے پیدا کیا۔ مگر تنزل اور ترقی کو یکساں۔ عزت اور ذلت کو یکساں سمجھنے والے لوگ دھرم کو نہیں مانتے۔

شری کرشن نے بھی قربانیوں کی عزت کی اور لفظ ست سے (حق بریما) اُن کی تعریف کی۔

यज्ञदानतपः कर्म न त्याज्यं कार्यमेव तत् ।
यज्ञो दानं तपश्चैव पावनानि मनीषिणाम् ॥

یدنیہ۔ دان اور تپ یہ تینوں نیکیاں ضرور کرنی چاہئیں۔ کیونکہ یہ انسان کے گناہوں کو دھو ڈالتی ہیں۔ اور دل کو روشنی بخشتی ہیں۔

यज्ञेतपसि दानेच स्थितिः सदिति चोच्यते ।
कर्म चैव तदर्थीयं सदित्येवाभिधीयते ॥

یدنیہ۔ دان اور تپ ان تینوں کو لفظ ست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ان کے متعلق جو عمل کیا جاتا ہے وہ بھی ست کہلاتا ہے۔

اور پھر لوگوں کے دلوں سے بیجا خیال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔

विद्याविनयसंपन्ने ब्राह्मणे गवि हस्तिनि ।
शुनिचैवश्वपाके च पण्डिताः समदर्शिनः

پنڈت لوگ عالم برہمن کو اور کتے کھانے والے کنجر کو۔ گائے۔ کتیا اور ہاتھی کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (بھگود گیتا)

اور پھر یدنیہ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں پر بٹھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔

यज्ञशिष्टामृतभुजो यान्ति ब्रह्मसनातनम् ।
नायं लोकोस्त्ययज्ञस्य कुतो न्यः कुरुसत्तम ॥

جو لوگ یدنیہ کا بچا کھچا نوالہ کھا کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ گویا "امرت" نوش کرتے ہیں۔ اور ابدی عالم برہما میں جگہ پاتے ہیں۔ اور جو کوئی یدنیہ نہیں کرتا۔ وہ دونوں جہانوں کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ (بھگود گیتا)۔

Yudhislithira asked Bhishma to advise him as to which of the two Dharmas, Vedic and Yoga, was beneficial. Bhishma answered that both were equally good but hard to follow; and both were in vague. He then quoted to him a Conversation on the subject, out of which we take the following:— In obedience to the Vedic orders Raja Nahusha used to Slaughter oxen and Kine excessively in hospitility to his guests. Once he slaughtered a cow for *Twashtra*. In the mean time Kapila Muni happened to pass by, and seeing the slaughtered cow fearlessly cried out—"down with the Vedas" *i. e.* the Vedas were responsible for the crime. On hearing the abusive language of the muni a learned Brahmin named Sewmarashmi equally advanced in spiritual gifts transformed himself into a soul and entered the carcase of the cow and said "what do you mean by blaming the Vedas, they were the standard of Dharma obeyed by all men of learning. You, a hopeless sannyasi have nothing to with do with them." On hearing him the muni replied "no, I don't mean to abuse them the fact is that the end of all religious thought is one: final batitude; and verily it can be attained without slaughtering animals. A yati (ascetic) gets it, as well as a Vedic householder; the difference is that the former attains it easily and the latter with blood-shed and performing similar hard duties laid down by the Vedas. Another misfortune is that the Vedas enjoin a duty on one occasion and pass

prohibitive orders on another. Under such circumstances it is better to take the negative than the active side, because an action may involve a heinous crime. Let the Vedas, for the moment stand aside. Do think and say whether there is any thing better than *ahinsa* ?"

On hearing the muni the Brahmin-in-the cow replied "Well, we are told in the Vedas that to obtain paradise one must offer sacrifice. Here is the Shriti (Vedas and appendices): 'sheep, goat, horse, cows, birds, and the vegitables are man's foods; here is another: 'all animals and corn supply man's food, and material for Yednya. The creator created them alongside with the orders for offerings, and Himself sacrificed in honour of the Devas; and here is another, "seven out of the domestic animals and seven out of the wild animals have been selected for Yednya:—Domestic: (1) cows, (2) goats, (3) men, (4) horses, (5) sheep, (6) mules, (7) donkies. Wild: (1) lions, (2) leopards, (3) boars, (4) buffalos, (5) elephants: (6) bare, and (7) monkies, And generation after generation our forefatters have been obeying these Vedic orders. How is it possible now for a follower to shrink and shirk a sacrifice? And yet there is another shriti: 'all grains, animals trees, vegitables, ghee, milk, curds, space. Slaughterer &c.. are called the componant parts of a sacrifics and sacrifice is the Divine being Himself. It should be rembered

that Ghee, Milk, curds, Cowdung &c., and its tail horns, hooves, all are of use and therefore the animal should not be defective.' The discussion is rather tedious; the former supporing the negative (inactive sannyasa) and the latter the active (Vedic) side. In the end both attained salvation.

From the question put by Yudhishthera and and the answer given by Bhishma it is quite plain, that Veda and Yoga were regarded with equal respect. We also gather from this discussion that a constant contest existed between the two sytems. The latter being easier appealed to the Indian mind. So long as the Vedic Kshatrryas were in power animal sacrifices were in full swing. On them (the sacrifices) depended the authority, wealth prosperity and conquest of the sovereigns. They must have been accasions of great enthusiasm and display of prowess. But the great rival, the Yoga smothered that actively. The netural inactive tendency of the Indian mind may be observed on occasions requiring pluck: on a railway platform, for instance, crowds of passengers may be seen forcing their way into the compartments thrown open till there remains no room even to stand. There may be found plenty of seats lying vacant in adjoining compartments or in another carriage. But who would take the initiative and go out to look for them. "I am not my own master.

I am governed by stars and luck. "gods will take care of me" is the rakshakaran (an amulet worn for prolection against evil) that influences here the mind of man. The mendicant wandering for his bread chants similar adages day and night. The result is that th active spirit is nipped in the bud and resignation prevails.

The word Yoga is derived from the root Yuj to unite. One who unites himself to his purpose is a *Yogi*. I have come across two sarts of doctrines in books that I have so far read: one is called Sankhya or Sannyasa of which Kapila Muni is the master. This school counts some twenty five tatvas (principles, truths &c.) through which the supreme soul is realised by man. Effort is made to reelieve the Aatma (soul in the living beings) from these entanglements so that it may again join the Paramatma, the supreme soul, by severing these connections through which the Paramatma pervade, the body of man The theory is that distraction of human mind occasioned by wordly connections widens the gulf between Aatma and Paramatma. Therefore all activity should be stopped and vacant mind joind with the paramatma alone.

The other is the Yoga now attributed to Shri Krishna. He being a Kshattrya chief could hardly chose to be inactive like Kapila Muni. Action was and is necessary for a ruler. In order to popularise Yoga, and divert the Kshattriya mind towards it, he

took another mode of thought as promulgatel by Vayasa and other thinkers to the effect that Ishwar was the real author of all action and that the result or friut of the action too, therefore, reverted to him alone—man being only a catspaw working according to the manupulation of the motive power. Therefore a Yogi must work as God makes him work and not of his own accord or idiosyncrasy. Yoga is consequently inaction in action i. e. a *Yogi* is active explicilty but inactive implicilty. Shri Krishna says (in Gita) that Ishwara stands in the heart of all men and make tnem dance as dolls by the thread puller. According to this train of thought man is not responsible for any of his actions if he does not share in the action wilfully. He says "let the action proceed from God, not from you, naturally then, you are not responsible for it." Hope is life. Hope is all in all. Life without the Charm of hope will be a burden. Though theoratically Shri Krishna kicks off hope and its frint, practically he followed it; he wishes Arjuna to fight and as an inducement gives him hopes and says "if you are killed paradise will be yours; and if you win, the empire will be at your feet, and you will enjoy the pleasures of life.

Form what we have read above, we gather that it was in the Traita Yuga that the Kshattryas introduced sacrifices and promulgated them to their best. First the worshippers of Brahma, then of Shiva and finally those of Vishnu. But the Sannyas Dharma, and the customs of old were the two strong opponents of the Vedas and their precepts. The examples cited above, have clearly established that even the great authorities like Vyasa, submitted to usage and hereditary customs. A still greater opponent, later on, appeared in the form of Yoga. According to Bhagvat Purana, Raja Sattya Vrata of the Dravid country, through the favor of Vishnu, who taught him Sankhya and other mystic sciences, got a rebirth in the form of a son to Vivasvat (the sun), and was, therefore called Vaivasvat. This Vaivasvat was Manu the seventh. He inculcated the holy Science of Sankhya to his son named Ikshvaku the founder of the Suryavansha. According to this tradition, the seventh Manu learnt the divine mysteries from Vishnu during his former life i. e, while ruling the Dravid country. But the Yogeshwar points out in Bhagvagita that he taught it to the sun, the sun inculcated it to his son Vaivasvat, the seventh Manu . and he, on his turn, inculcated it to his son Ikshvaku. But the science having died out in the interval (i. e., so long as the Vedas were in power and Vedic Kshattryas held the sway, the Yoga had to submit, and the Vedic animal sacrifices

prevailed), the Yogeshwar revived it when he spoke of it to Arjuna in the battle field. In both cases the origin of Yoga is divine, and is, therefore, capable of contest with the Vedas, also divine. So by reviving the Yoga, the Yogeshwar contemplated opening an easier way to salvation for his followers. The Vedas teach Dharma, but Yoga ignores and negatives it. The Vedic duties are based on hope for the good; The Yoga destroys hope and the fruit of action. The disapperence of hope and fruit made its followers naturally neglect sacrifices, which aim at both. If you examine critically, you will find that the Yogeshwar himself entertained hopes and gave ideas of hopes to others. He advises and urges Arjuna to fight inorder to secure Paradise or sovereignty, not for wars own sake as the doctrines of Yoga demand. Here the theory and the practice do not seem to tally with each other. As the hopeless Yoga advanced, it made the Kshattrya race in general indifferent to their duties. And who would like to live and work without motive and hope? The zeal, the interest which the earlier race of Kshattryas evinced in sacrifices for instance, gradually disappeared. They became lothsome and appeared excessive to a hopeless mind, We see Yudhishthera grumbling at money payments to the prests, and complaining of *hinsa* and entertaining scruples against sacrifices. Diametrically opposite is the case of the revered raja

Dasharatha, and his son Rama. Both of them believed that cacrifices ordained by the Vedas were for the good of man. When Dashratha became hopeless of getting a male issue, he at once ejaculated "why should I not perform an Ashvamedha to implore heavenly blessings in the form of a male issue." There was non to coax him: It was pure faith that prompted him. The ceremony of sacrifice being over, he presented his empire to the sacrificial priests for their labour. We see nothihg but earnestness and honest faith in Dasharatha, and time serving in Yudhisbthira. Rama, the good, also says "During enc's stay in this field of action one should do what is good." But to a hopeless Yogi there is nothing good, and nothing bad; no piety or impiety. In short, life, he thinks, is a burden and an unwholesome Maya, deception, and unreal, and therefore, not worth living.

The Brahm.n writers talk a good deal of their dealings with the Kashattryas but it is rarely that one comes across descriptions of other communities. It is, therefore, difficult to give an account of the Banya community. But the Shriti enjoins that the three Dwijas to slaughter animals in sacrifices. Moreover, it is quite clear from the Shraddh caremoney that during the Vedic period,

all the Dwijas were regular sacrifices and eaters of animal food of all type.

We have seen above that as the hopeless Yoga advanced, sacrifices decreased in quality, quantity, and number, and finally died out. No longer longing desires for them remained in any community. Instead of weilding a dagger or stretching a bow for conquest, the Kashattryas bore a Rosary and a Kamandalu to beg alms; and in the place of roaring out a lion like challenge for a battle, they took to muttering the Mantras to blow out the enemy. The fighting race thus became a race of Mahatmas. The versatile Brahmin remained as usual, master of the situation.

## جانور چار موقعوں پر حلال کئے جائیں

मधुपर्के च यज्ञे च पितृ दैवत कर्मणि ।
अत्रैव पशवो हिंस्या नान्यत्रेत्यब्रवीन्मनुः ॥

منو کا حکم ہے کہ جانور چار موقعوں پر حلال کئے جائیں۔ (۱) مدھوپرک کیلئے (۲) قربانی کے وقت (۳) شرادھ کے وقت (۴) دیوتاؤں کو نذرانہ دینے کے لئے۔

## 3.—Yadnya.

(The four occasions of Yednya).

Mamu has ruled that there should be tour occasions of animal sacrifice

(1) Madhuparka, (2) Yednya, (3) Sharaddhum, and (4) Offerings

# اِن چار موقعوں پر قربانی کا نتیجہ

اِن چار موقعوں پر قربانی کرنے والا اور ذبیحہ دونوں کے دونوں نجات کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

A *Dwija* who slaughters animals on these four occasions and the animal so slaughtered, both obtain a high position.

# اِن چار قربانیوں کی تفصیل

(۱) مدھوپرکہ

مدھوپرکہ ایک قسم کے کھانے کا نام ہے جو شہد اور دہی وغیرہ اجزاؤں کو ملاکر مہمان کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ گائے یا بیل کا گوشت لازمی تھا۔ گائے جانوروں میں سب سے زیادہ متبرک گنی جاتی ہے۔ اسلئے مہمان کی عزت افزائی کے لئے گائے ذبح کی جاتی تھی۔ اور بحالت مجبوری زندہ گائے مدھوپرکہ کے ساتھ دی جاتی تھی۔ جیسا کہ آیندہ مثالوں سے ثابت ہوتا ہے۔ قدیم محاورہ میں (ویدمیں) لفظ گوگھنہ مہمان کے لئے مستعمل تھا۔ یعنی ایسا شخص جس کے لئے گائے ذبح کی جاتی ہو۔

# مدھوپرکہ کی مثالیں

## DESCRIPTIONS OF THESE FOUR OCCASIONS.

### 1. Madhuparka.

Madhuparka is the name of a dish containing honey, curds, &c., especially prepared for guests, and cow or ox flesh was added to it for guests of distinction; and in case of inability on either side, a living cow was presented to the guests Let us cite some examples: (1) Once upon a time three arrived certain guests in the Aashrama of the poet Valmiki. Regarding some of them, a discussion arose between two pupils of the *rishi*, which fully illustrates the Madhuparka ceremony, and therefore, we adopt it from the illustrious work of the learned Bhavabhuti, called "Uttararama Charitum."

Sanghataki :—Welcome are these grandees with grey beards, in honour of whom, we got this holiday. (Laughing). Well Dandayana, what is the name of this envoy of ladies, who arrived this morning?

Dandayana :—What makes you laugh? Bhagawan Vasishtha with his wife Arundhati accompanied by the widows of Dasharatha arrived this morning.

Sanghataki :—Heavens, I am astonished to hear that.

Dandayana :—and what did you think?

Sanghataki :—I thought a wolf had entered our compound.

Dandayana :—Get away; no joke.

Sanghatak :—Yes. I bet. It is surely Vasish-

tha, the wolf, for no sooner he arrived here he tore up and gulped that brown young cow voraciously !

Dandayana :—What harm ? Here me. The Shriti is clear; Madhuparka should necessarily be accompanied with cow-flesh And learned men who respect Dharma slaughter young kine or young oxen to feed their learned guests, ; and all authorities respect this rule.

Sanghataki :—Beware, I understand you

Dandayana :—And you suspect me ?

Sanghataki :—Surely. You see, Valmiki gave a curd and honey Madhuparka to Raja Janaka and the cow was given away alive. If flesh were a necessary accompaniment of Madhuparka, then the Raja too should have got it. I believe that Vasishtha got the cow slaughtered for himself specially.

Dandayana :—Oh no ! The fact is that the Raja being in mourning, has given up animal food, and on that account Valmiki gave plain Madhuparka to him, presenting the cow alive

(2) A certain *Rishi* named Jajali was so much absorbed in austerities that birds built nests in the hair of his head and laid eggs there in, and hatched them undisturbed. He, then, began to imagine that he was the most successful Sadhu on the surface of the earth so much so that he could travel

over land and sea unperceived by others. In the meanwhile the genii taunted him that inspite of his perfections he was not equal to Tuladhar, a banya of Benares. Thereupon Jajali made up his mind to call on Tuladhar. The genii pushed him up and he immediately reached Benares and saw the ascetic Tuladhar and talked to him about the acquisition of paradise through animal sacrifices. The banya in return told him that the plan of getting paradise through animal sacrifice was an invention made by thieves and pick pockets. It was notorious that Raja Nahusha used to slaughter many cows and oxen. The Brahmins got tired of him and told him that he ought not to destroy motherly cows and fatherly oxen so mercilessly. Otherwise a clamity would befall him and his people would be destroyed So there raged a pestilence for some time and numberless people died of it. The *rishis*, then unanimously threatened him that they would no more help him in his sacrifices, as he was, like his forefathers, butchering animals like kine in hospitalty to his guests. As Tuladhar was proceeding, Jajali again tried to support the Vedic animal sacrifices Tuladhar then said that the spiritual sacrifice was as Vedic as an animal sacrifice. Why shed blood then? But finding Jajali obstinate he took a turn and said that a cow could be slaughtered by one who has an immaculate soul and has subdued his passions. In short, the Brahmin was in the end convinced and fell a prey to the Yoga Dharma.

The story quoted above fully proves that kine and oxen were freely slaughtered on the occasion of Madhuparka supplied to guests. While writing this Tuladhar story, I am reminded of a similar aphorism of a class-fellow of mine at the Muir College, years ago. He being of a yogi disposition used to tell us wonders of the marvellous Indians of yore. Once he told us that the Aryans used to revive the animals slaughtered in sacrifice. Having no knowledge of Sanskrit in those days, I could give him no answer. Now after two scores of years I am in a position to say that I did not find in books a single story about the revival of the slaughtered sacrificial animals by the sacrificer.

One of my Shastries once got annoyed while going through the description of an animal sacrifice and said that all those sacrificers were sinners. "And what of Mahatmas like Rama and Vasishtha" I enquired. They were wrong doors as well." He rejoined. "Then you are the only innocent man" I added. Similarly on another occasion he ejaculaed that the ancient Aryans used to revive the victims after sacrificial purposes were served. "Then why don't you fellow them" said I. He lived in bad times he said when no spiritual glory was available. "You have no right to speak against the Kali as the Bhagavant Puran extols its virtues elaborately" I answered. This silenced him. "I should tell you the reason," said I. "of your want of spiritual powers. You have thrown away the animal sacrifice, you give no *havis* to gods, and eat no residue thereof as virtuous as *amrit* (nectar.) You presume to get enlightenment out of dung and urine. Is it possible? Do try an animal sacrifice to please the gods and your self and see the result."

(۱) ایک دفعہ والمیکی مہاراج کے آشرم میں کچھ مہمان آئے۔ اُن کی مہمان نوازی کے متعلق جو گفتگو والمیکی کے دو شاگردوں میں ہوئی۔ اس سے صحیح اور مفصل حال، مدھوپرکہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو درج کیا جاتا ہے۔ فاضل بھوبھوتی نے اپنی لاجواب کتاب اُترا رام چرتیم میں، مہاراجہ رام کے ون واس کے زمانہ کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس میں یہ گفتگو مندرج ہے۔ والمیکی مہاراج کے ایک شاگرد کا نام سوگھاتکی۔ اور دوسرے کا ڈنڈاینہ ہے۔

سوگھاتکی (کہتا ہے) مرحبا ان سفید ڈاڑھی والے بزرگوں کو جنکی بدولت آج ہمیں چھٹی ملی۔ (ہنسکر) ارے ڈنڈاینہ بتا تو کیا نام ہے اُس عورتوں کے قافلہ سالار کا جو آج آیا ہے۔

ڈنڈاینہ۔ ارے اس میں ہنسی کی کیا بات ہے۔ اپنی بیوی دیوی ارُندھتی کے ساتھ راجہ دسشرتھ کی رانیوں کو لیکر بھگوان وششٹھ آج رونق افروز ہوئے ہیں۔

سوگھاتکی۔ کیا خوب ایہی ہیں وششٹھ مہاراج۔

ڈنڈاینہ۔ اور تو کیا سمجھا تھا۔

سوگھاتکی۔ سچ مچ میں تو سمجھا تھا کہ کوئی بھیڑیا آگھسا۔

ڈنڈاینہ۔ چل دُور رہو۔ تُو تو بڑا زبان دراز نکلا۔

سوگھاتکی۔ ارے تجھے کچھ خبر بھی ہے۔ اس نے تو آتے ہی وہ بیچاری بھودی بچھیا پھاڑ کھائی۔ اسے بھیڑیا نہ کہوں تو اور کیا۔

ڈنڈاینہ۔ ارے تجھے تو دھرم کی کچھ بھی خبر نہیں۔ سُن دھرم شاستر کا حکم۔

**समांसो मधुपर्क इति आम्नायं बहु मन्यमाना श्रोत्रिया**

**याभ्यागताय वत्सतरीं महोक्षं वा पचन्ति गृहमेधिन**

معزز مہمان کے لئے مدھوپرکہ جوان گائے یا بیل کے گوشت کے ساتھ ہونا چاہئے ویدکے اس حکم کو ماننے والے مہمان نواز وید کے عالم مہمان کو جوان گائے یا بیل کا گوشت پکا کر کھلاتے ہیں۔ اور دھرم کے اصول نباہنے والے سب بزرگ اس حکم

کو مانتے ہیں۔

سوگھاتکی۔ چل کیوں بک بک لگائی۔

ڈنڈایند۔ میں نے کیا جھوٹ کہا۔

سوگھاتکی۔ بیشک۔ تو کہتا ہے کہ والمیکی نے وششٹھ کی خاطر گائے ذبح کی۔ میں کہتا ہوں کہ آج تو والمیکی نے راجہ جنکہ کو شہد اور دہی کا مدھو پرکہ کھلایا اور بچھیا نذر کرکے زندہ چھوڑ دی۔ اگر وید شاستر کا حکم ہوتا تو راجہ کے لئے بھی گائے ہی ذبح کی جاتی۔ تو ہی بتا والمیکی نے اسے گائے کا گوشت کیوں نہیں کھلایا۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وششٹھ نے فرمائش کرکے گائے کا گوشت پکوایا ہوگا۔ اسی لئے میں اسے بھیڑیا کہتا ہوں۔

ڈنڈایند۔ تجھے اتنی بھی خبر نہیں۔ سن میں بتاتا ہوں۔ جنکہ راجہ کو اپنی بیٹی سیتا دیوی کی مصیبت کا حال سنکر مدت ہوئی دکھیا لسنہ فقیر بنے ہوئے۔ اور ترک حیوانات کئے ہوئے۔ اس لئے والمیکی مہاراج نے اسے گائے کا گوشت نہیں کھلایا۔ زندہ گائے نذر کی۔

(۲) جاجلی نام ایک رشی برسوں جنگل میں تپ کیا کرتا تھا۔ اور ایسا سُن ہو گیا تھا کہ پرندوں نے اس کے سر کے بالوں میں گھونسلے بنائے اور انڈے دیئے اور بچے نکالے۔ مگر اسے خبر تک نہ ہوئی۔ آخر اسے یہ گھمنڈ ہوا کہ میں کامل درویش ہوگیا۔ میں آسمان وزمین کی سیر کرآتا ہوں۔ سمندر پر چکر لگاتا ہوں۔ میں سب کو دیکھتا ہوں۔ کوئی مجھے نہیں دیکھتا۔ مجھ جیسا کامل اور کون۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں عفریتوں نے اسے للکارا۔ کہ ہیں تو نے تو بڑی ڈرائی ماری تجھ سے زیادہ باکمال بنارس کا بنیا تلادھار نام کبھی ایسی آسمان کی نہیں لیتا۔ یہ سنتے ہی جاجلی کے کان کھڑے ہوئے۔ واس نے بنارس کا عزم کیا۔ عفریتوں نے اسے اوپر اُچھال دستہ دکھایا۔ اور وہ بنارس پہنچکر تلادھار سے جاملا۔ اور اثنائے گفتگو میں جانور کی قربانی اور بہشت حاصل کرنے کا تذکرہ کیا۔ تلادھار نے کہا کہ سنو جانوروں

کو ذبح کرکے بہشت حاصل کرنے کا طریق تو بدمعاشوں کا ہے۔ لیٹیروں نے اپنے امیروں کی جیب کاٹنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ قصہ مشہور ہے کہ نہوشہ راجہ بہت کرنے بیل کاٹا کرتا تھا۔ آخر رشیوں نے اس سے کہا کہ "ان جیسی پیاری گائے اور باپ جیسے پیارے بیل کو نیست و نابود کئے دیتا ہے۔ اس سے بیماریاں پھیلیں گی۔ اور ہم مصیبت اٹھائیں گے۔ آخر بیماریاں پھیلیں اور پھر رشی لوگ جمع ہوتے اور راجہ سے کہا کہ اب ہم تیرے لئے قربانیاں نہ کرینگے۔ تو تو آنکھیں بند کرکے باپ دادا کی پیروی کرتا ہے۔ اور مہمانوں کی خاطر گائے بیل کاٹے ڈالتا ہے ذرا سوچتا نہیں۔ اسی اثنا میں جاجلی نے پھر وید کے احکام پر زور دیا۔ ان کے جواب میں پھر تلا دھار نے بہت سی روحانی باتیں سنا کر کہا۔ کہ یوگ کے طریق کے موافق خیالی قربانی کیوں نہ کی جائے۔ جس کو برہمہ یدنیہ کہتے ہیں۔ پھر جب جاجلی کی باتوں کا پورا جواب نہ دے سکا۔ تو اس نے یہ مضمون پیش کیا۔

भावितात्मायोगाभ्यासशोधितचित्तः

स मधुपर्केगामालब्धुमर्हति।

گائے کی قربانی وہ کر سکتا ہے جو سبک روح ہو۔ اور یوگ سے نفس کشی کرکے جس نے اپنے دلکو پاک وصاف کر لیا ہو۔ القصہ آخر جاجلی یوگ کا نسکار ہو گیا۔ اس حکایت سے بھی مذکورہ بالا میں گائے کے گوشت کا حکم اور رواج دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ "تلا دھار لوگ دھرم کا پیرو ہے۔ اس نے اول تو خیالی یدنیہ کی تلقین کی۔ اور مخالف کو قوی پا کر گائے کی قربانی سے انکار نہ کر پایا۔ اور قربانی کو جائز قرار دے کر یہ شرط لگا دی۔ کہ روشن ضمیر آدمی ہی گائے کو ذبح کر سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ روشن ضمیری کوئی نایاب خصلت نہیں ہے۔ ہیدھا سچا آدمی روشن ضمیر ہونے کا مستحق ہے۔ خاصکر اس زمانہ میں جبکہ انسان کی آنکھیں رات دن کھلی رہنے کی مستحق ہیں۔ اور کھلی رہتی ہیں۔ یوروپین اور امریکن بزرگوں کی روشن ضمیری ایشیائی ظلمت کو ہر وقت دور کرنے کی دھن میں لگی ہے۔ عام لوگ لکھتے پڑھتے ہیں۔

دنیا میں آزادانہ پھرتے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کی علمی باتیں کرتے ہیں جن سے روشن
ضمیری کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر قربانی کے معاملہ میں وہ بھی اندھیرے میں قدم رکھنے
لگتے ہیں۔ یہ کوئی قربانی کے مسئلہ کا قصور نہیں۔ تلا دھار جیسا زاہد بھی اسکا معترف
ہے۔ کیا کیا جائے۔ طرزِ خیال کے غلط ہونے سے عمل میں غلطیاں پیدا ہوتی ہیں
شری کرشن روشن ضمیر شخص کی یوں تعریف کرتے ہیں۔ کہ جو کتیا۔ گائے اور ہاتھی
کو یکساں سمجھے۔ وہی روشنضمیر ہے۔ (بھگود گیتا)۔ پس یوگیشور کے مقولہ کو جو کوئی
اپنا معیار بنائے۔ اس کے روشنضمیر ہونے میں کیا شک ہے۔ وہ کیوں قربانی
نہ کرے۔ اور کیوں فراخ حوصلہ نہ ہو۔ اور کیوں غلط طرزِ خیال کو چھوڑ کر سیدھا
راستہ اختیار نہ کرے۔

تلادھار نے جو روشن ضمیری کی شرط لگائی ہے اس کو لکھتے ہوئے مجھے یاد آیا کہ
جب میں میور کالج الہ آباد میں پڑھا کرتا تھا۔ ہمارے ایک ہم جماعت کبھی کبھی اپنے
بزرگوں کی کرامات کے قصے سنایا کرتے تھے۔ قربانی کے تذکرہ میں انہوں نے کہا
تھا کہ پہلے زمانہ میں آریا لوگ جب گوشت کھاتے تھے۔ تو کھا لی کر اُس جانور کو پھر
زندہ کر دیا کرتے تھے۔ چونکہ میں سنسکرت سے ناواقف تھا اسلئے کچھ جواب نہ دے سکتا
تھا۔ سالہا سال بعد مجھے بعض معتبر کتابوں کے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ اور قربانی کے
متعلق واقفیت پیدا ہوئی۔ تب قلعی کھلی۔ جانور کو کھا کر پھر زندہ کر دینے کی ایک
مثال بھی ان میں مجھے نہیں ملی۔ میرے ایک استاد پنڈت جی نے ایک دفعہ
گوشت خوری کی حکایات سے متنفر ہو کر کہا کہ جو لوگ پشو ہنسا (جانور کی قربانی) کرتے
ہیں۔ وہ گنہگار ہیں۔ میں نے کہا کہ مہاراجہ رام اور وشسٹھ مہاراج جیسے مہاتما اور
اور تمام پُرانے بزرگ آپ کے نزدیک گنہگار ٹھہرے۔ اور آپ گوشت نہ کھانے
کی بدولت معصوم بن گئے۔ پھر ایک موقع پر پنڈت جی نے پینترا بدلا۔ اور کہا
کہ پہلے زمانے کے لوگ ایسی روحانی قوت والے تھے۔ کہ ہنسا کرکے اور کھا کے پھر جانور
کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ بھی تو عالم اور یوگ سے ماہر ہیں۔ آپ

کیوں قربانی نہیں کرتے۔ اور ہوی دیکر اور خود بچا کھچا کھا کر پھر اسکو زندہ نہیں کر دیتے کہا کہ اب کل یُگ ہے۔ برہما ورچسیم روحانیت باقی نہیں رہی۔ میں نے کہا کہ وید جیسے متبرک بھاگوت پران میں تو کل یُگ کو ستیہ یُگ سے بہتر لکھا ہے۔ اور اِس پُران کو آپ برکت کے لئے روزانہ پڑھتے ہیں۔ پھر بھی کلی کو بُرا کہے جاتے ہیں۔ پنڈت جی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں کیوں آپ میں پہلے بزرگوں جیسی روحانیت نہیں۔ آپ نے تو وید کو بالائے طاق رکھدیا۔ بھگودگیتا اور بھاگوت پُران کو اختیار کیا۔ مگر ان پر بھی عمل نہیں کرتے۔ اور یدنیہ نہیں کرتے جسکی یوگیشور نے بہت تعریف کی ہے۔ یدنیہ کا بچا کھچا نوالہ امرت جیسا متبرک آپ نہیں کھاتے جسکو قدیم آریا ڈھونڈ ڈھونڈ کر بہم پہنچاتے تھے۔ اور کھاتے تھے۔ اور اسی سے روشنضمیری حاصل کرتے تھے۔ پیشاب اور گوبر سے روشنی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ کلی پر الزام لگانا تو آسان ہے۔ مگر اپنا گناہ دیکھنا اور اپنے قصور کا اعتراف کرنا مشکل ہے۔ آریاؤں کی طرح آپ بھی قربانی کیجئے۔ نذرانہ دیجئے۔ کھلائیے۔ کھائیے۔ پھر دیکھئے روشنضمیری حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔

तस्य तद्वचनं श्रुत्वा राज पुत्रस्य धीमतः
उपानयत धर्मात्मा गामर्घ्यमुदकं ततः ॥

بھردواج مہاراج کو جب رام کے آنے کی خبر ملی۔ تو فوراً مہمان نوازی کا سامان مع گائے کے پیش کیا۔

**نوٹ** :- اوپر شلوکوں میں لفظ گام آیا ہے جس کے معنی گائے یا بیل کے ہیں۔ مگر شارح برہمن نے سچ کو چھپایا۔ اور صرف "گام" مدھوپرکانگم دھو کشتم یعنی مدھوپرکہ کا جزو بیل"۔ شرح میں لکھا۔ پورے معنی "ونستری دھو کشتم وا یعنی جوان گائے یا بیل" ہونے چاہئیں۔ گائے زیادہ متبرک گنی جاتی ہے۔ اسلئے گائے ہی کا گوشت مہمان کو کھلاتے تھے۔ جس سے زیادہ حرمت مہمان کی مقصود ہوتی تھی۔ مدھوپرک کی پہلی مثال میں دیکھئے۔ والمیکی مہاراج نے گائے ہی ذبح کی نہ کہ بیل۔ ایسا ہی آئندہ

مثالوں سے معلوم ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ لکھے پڑھے لوگ بھی، لفظوں کے معنی بگاڑ کر اصلیت کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور غلط تاویل کرنے سے نہیں شرماتے رامائن میں مفصل حال ان بندروں اور ریچھوں کی پیدائش کا مندرج ہے۔ جو وشنو کی مدد کے لئے خاص طور پر پیدا کئے گئے تھے۔ اور جو کام روپی تھے یعنی جو زبان چاہتے تھے بولتے تھے۔ جو صورت چاہتے تھے اختیار کر سکتے تھے۔ مکھی سے چھوٹے اور پہاڑوں سے بھی بڑے آناً فاناً میں بن جاتے تھے۔ آسمان میں سینکڑوں میل اُڑتے چلے جاتے تھے۔ والمیکی نے کہیں انہیں وانر (بندر) لکھا ہے۔ کہیں کپی لکھا ہے کہیں پلونگمہ کہا ہے۔ یعنی ایسے جو سینکڑوں میل اُڑتے اور زقن لگاتے تھے۔ اور وہ دُمدار تھے جنکو ہلا کر ہوا میں چٹخارا نکال لیتے تھے جس سے مہیب آواز پیدا ہوتی تھی۔ جب دشمنوں نے ہنومان کو سزا دینے کے لئے اسکی دُم پر نمدہ لپیٹا اور تیل میں ڈبو کر آگ لگائی تب اس نے اپنی مشتعل دُم کے ذریعہ سے لنکا شہر کے بڑے بڑے مکانوں اور باغوں میں آگ لگا دی۔ جب بندروں کے راجہ سوگریوہ کو رام مہاراج نے تیر سے زخمی کیا تو اس نے شکایت کی کہ آپ نے بلا کسی خصومت اور قصور کے مجھ بیگناہ کو ہلاک کیا تب مہاراج نے اُسے جواب دیا کہ تو ہماری عملداری میں بستا ہے اور تو نے خلاف قانون اپنے بھائی کی بیوی چھین لی۔ اس سزا میں ہم نے تجھے ہلاک کیا۔ دوم یہ کہ تو بندر ہے راجہ لوگ جب شکار کو نکلتے ہیں۔ تو کبھی ایسے جانوروں کو بھی مارا کرتے ہیں۔ پس تجھے کسی طرح شکایت کا موقع نہیں۔ گروڑ پرند بھی ان بندروں کو کھانے کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر تاک لگاتے بیٹھا تھا۔ اس سے بھی ان کا بندر ہونا ثابت ہے۔ غرض یہ ہے کہ والمیکی نے صاف صاف انکو بندر لکھا ہے۔ اور تمام صفات بندروں کی بیان کی ہیں۔ تاہم ہمنے اکثر لوگوں کو کہتے سنا کہ وانر ایک قوم کا نام تھا۔ اتنا کہکر یہ لوگ اپنے دلکو مطمئن کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔ مگر پوچھنے والوں کو دھوکا دینے سے نہیں چوکتے۔ گویا والمیکی کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اصلیت کو چھپاتے ہیں۔ پرانے خیال کو نئے خیال سے تطبیق دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ علمی مطالب کا خون کرنا ہے

اسکو ہنسا کہنا چاہئے۔ مگر غلطی کے گرویدہ لوگ اسکو ہنسا نہیں کہتے۔ گائے کی قربانی کو ہنسا کہتے ہیں۔ جو ہزار ہا سال کے برتاؤ سے نیک اعمال میں شمار کی جا رہی ہے

بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

तत्रोपविष्टं काष्णिं शास्त्रतः प्रत्यपूजयन् ।
पाद्यं निवेद्य प्रथममर्घ्यं गां च न्यवेदयत् ॥

(۴) راجہ جنک نے شوکہ آچاریہ کے حضور میں مدھوپرک مع گائے کے پیش کیا (شانتی پروہ)

(4) Raja Janaka presented a cow with Madhuparlra to Shuka Acharya.

सतस्य मधुपर्कं गां पाद्यमर्घ्यं निवेद्य च ।

(۵) راجہ ارجن سہسر باہو نے پولستی رشی کے حضور میں مدھوپرک مع گائے کے پیش کیا۔ (رامائن)

(5) Raja Arjuna Sahasrabahu presented a cow to the Rishi Pulasti with Madhuparka.

गां चैव मधुपर्कं च संप्रदायार्घ्यमेव च ।

(۶) یودھشٹھر نے نارو رشی کی خدمت میں مدھوپرک مع گائے کے پیش کیا (سبھا پروہ)

(6) Yudhishthira presented Madhuparka with cow to Narada *rishi*.

तान्पाद्यं मधुपर्कार्हान्मवार्हान्सत्कृतीं गतान् ।
प्रत्युत्थाय जरासन्ध उपतस्थे यथा विधि ।

(۷) راجہ جراسندھا نے مہمانوں کو دستور کے موافق مدھوپرک مع گائے کے دیا۔ (سبھا پروہ)

(7) Raja Jarasaudha welcomed the guests with Madhuparka with a cow.

उदकं मधुपर्कं वाप्यानयन्तु सुधन्वने ।
ब्रह्मन्नभ्यर्चनीयोसी श्वेता गौ पीवरी कृता ।

(۸) پرہلاد راجہ نے سودھنوان رشی کی خدمت میں مدھوپرکہ مع ایک موٹی کی ہوئی سفید گائے کے پیش کیا۔ (اُدیوگ پروہ)

(8) Raja Prahlad presented to the *Rishi* Sudhanwana with Madhuparka with a fattened white cow.

तस्मिन्गां मधुपर्कं वाप्युदकं च जनार्दने निवेदयामास

(۹) دُریودھن نے شری کرشن کے حضور میں مدھوپرکہ مع گائے کے پیش کیا۔

(9) Duryodhana presented to Shri Krishna Madhuparka with a cow.

पाद्यमाचमनीयं च अर्घ्यं गां च विधानतः ।
पितामहाय कृष्णाय तदर्हाय न्यवेदयत् ।

(۱۰) راجہ جنمے جیہ نے ویاس مہاراج کے حضور میں مدھوپرکہ مع گائے کے پیش کیا۔

10. Raja Janmayjaya presented to Vyasa Madhuparka with a cow.

## جانور ذبح کرنے کا دُوسرا موقع

### قربانی

(۱) ایک دفعہ دیوتاؤں اور رشیوں میں مباحثہ ہوا۔ دیوتا نے کہا کہ نر بکرے کی قربانی کیا کرو۔ رشیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ غلہ کی قربانی درست ہے۔ کیونکہ لفظ آجہ کے معنی بیج اور بکرا دونوں ہیں۔ کیوں ہم ایسے معنی لیں جسمیں جانور مارنا پڑے۔ بہتر ہے کہ بجائے بکرے کے معنی لینے کے بیج کے معنی استعمال کئے جائیں۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وسو راجہ آسمان میں گھومتا گھامتا وہاں آنکلا اسکو دیکھتے ہی برہمنوں نے دیوتاؤں سے کہا کہ لیجئے یہ راجہ ہمارا فیصلہ کرے گا یہ تو خود بہت قربانیاں کیا کرتا ہے۔ اور بہت دان دیا کرتا ہے۔ اور سب کا بھی خواہ ہے۔ یہ کسی کی طرفداری نہ کرے گا۔ اور سچ بات کہیگا۔ آخر دونوں فریقوں نے ملکر اس کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ وسو نے دیوتاؤں کا ساتھ دیا اور کہا کہ بیشک بکرے کی قربانی کرنی چاہئے۔ اس پر برہمن بگڑ گئے۔ اور اسکو بد دعا دی فوراً اسکی تمام قوت آسمانوں میں اڑنے کی سلب ہو گئی۔ اور وہ نیچے گرا۔ اور زمین میں اُترا چلا گیا۔ وغیرہ

اس قصہ سے ثابت ہے کہ کشتری دیوتاؤں کی طرح جانور کی قربانی کے قائل تھے۔ اور جبتک زبردست رہے طرح طرح کی قربانیاں کرتے رہے۔ اور برہمن جانور کے ذبح کرنے میں مشاق اور اسکے مشتاق رہتے تھے۔ مگر جب کشتریوں کو یوگ چڑھ گیا اور وہ برہمن بننے اور یوگی کہلانے کے آرزومند بن گئے۔ اور بجائے جہانگیری کے دربدر بھیک مانگنے کو فخر سمجھنے لگے۔ تب برہمن غالب ہوتے گئے۔ وشوامتر راجہ کا قصہ مشہور ہے۔ جنہوں نے راج چھوڑ کر برہمنی درجہ حاصل کرنے کی دُھن میں ہزارہا برس صرف کئے۔ اِن کے قصہ سے بھی بڑھکر ایک اور دلچسپ قصہ ہے۔ اسکو بھی سنئے۔

ودیہا ملک کا بڑا مشہور یوگی راجہ جنکہ نام اپنی اولاد اور رانیوں اور دولت کو ترک کر کے۔ بھیک مانگ کر جینے کی تمنا میں محل سرا سے نکل کھڑا ہوا۔ اسکی بڑی رانی نے اُسے ایسی حالت میں دیکھکر ایک دفعہ خیرخواہی سے اُسے نصیحت کی اور کہا

کہ کیسی شرم کی بات ہے کہ تو دولت و نعمت سے بھرے راج کو لات مار کر کھوپڑی کی ہنڈی ہاتھ میں لئے مٹھی بھر دانے مانگتا پڑا پھرتا ہے۔ کیا بھیک مانگنا تیری شان کے موزوں ہے۔ راج کی گدی پر بیٹھتے وقت تو تو نے کچھ اور ہی وعدے کئے تھے۔ اور اب تیرا برتاؤ کچھ اور ہی ہے۔ مٹھی بھر دانوں سے تو کیسے مہمان نوازی کے فرائض ادا کریگا۔ کیسے دیوتاؤں اور بزرگوں کا نذرانہ دیگا۔ یقین جان کہ دیوتاؤں نے۔ مہمانوں نے۔ باپ دادا اور اور بزرگوں نے تجھے عاق کر دیا۔ تو تو برہمنوں کا۔ علمار کا اور دنیا کا رزاق تھا مگر اب تو ایک ایک دانہ کے لئے خود انہیں کا محتاج ہے۔ مارا مارا پڑا پھرتا ہے۔ اور خود انہیں کا دست نگر ہے۔

श्रियं हित्वा प्रदीप्तां त्वं श्ववत्किमपि वीक्षसे ।
अपुत्रा जननी तेद्य कौसल्या चापतिस्त्वया ।
नेव हेतित परलोको नापरः पापकर्मणः ।
धर्म्यान्दारान्परित्यज्य यस्त्वमिच्छसि जीवितुम्

تو اپنی بیاہتا بیویوں کو چھوڑ اتاگ تھاگ ہوگیا۔ تجھ جیسا ظالم دونوں جہانوں کی برکتوں سے محروم رہنے کے لائق ہے۔

That Yudhishthira is a half Yogi we have so far found out. The Vedic Yednyas are intended to add to happiness which he does not care for. If he were a full fledged Yogi, he would have shaken off the shackles of the Dharma. But he had to retain them to keep up appearances as an emperor To his question mentioned above Bhishma answered as follows " a poor Brahmin, instead of an animals sacrifice, determined to perform a sacrifice of grains. His wife warned him that paradise could not be obtained without an animal sacrifice.

being afraid of his cures she made preparations according n the neighbor hood of the Brahmi

there lived an antelope. Seeing that strange sort of Yednya of grains in progress, it approached the Brahmin and said unto him. "Stop! what are you about? A Brahmin Yednya, without any Vedic ceremonies, is of no good. Take me and offer me to fire and enter paradise forthwith. In the meauwhile the goddess of Yednya, *Savitri*, showed herself and supported the entelope. The Brahmin submitted that that was not possible, the antelope being his neighbour. The goddess then descended into the fire and disappeared to the disappointment of the supplicant. Then the antelope again offered itself to him. The Brahmin embraced and dismissed it gratefully. The antelope, then left him, but after taking eight steps returned to the Brahmin and insisted that he should soon make an offering out of it, and said "I give you, O Brahmin, insight. Lo Here are heavenly nymphs and Vimans awaiting me. Make haste, offer me to fire so that I may go up to paradise" The Brahmin, having witnessed this miraculous display, was convinced that paradise was really laid in a sacrifice. There upon he gladly slaughtered the antelope for offerings. This antelope was no other than the god Dharma himself who had come down on earth to guide people. After finishing the story Bhishma said "as *ahinsa* (not injuring) is ordained, in the same way, sacrifices (*hinsa*) are commanded. But the Kshattriya Dharma is for sacrifices, and verily it is the best." "These virtues" he further said "are expressed by the epithet *satt* which is truth, Reality, or Brahma;

and all the steps taken to protect them, are also called *satt*." From this we conclude that Yednya and its ceremonies are all as sacred as Brahma himself. Still further he emphasized the importance of sacrifices and said "people who eat remains of offerings really enjoy nectar and enter the Brahmaloka ; but those who give no offerings to gods and ancestors and eat alone, they forfeit this world, as well as the world to come.

Such is the importance of Yednya. The Aryan traditions throughout eulogise such great champions, of their rulers, as won laurels for their glorious sacrificial display : Indra rose to the dignity of the God of gods for having performed a hundred sacrifices, and is, therefore remembered with the great name of Shatakratu. Similarly Raja Ranti Deva, of whom we shall hear more, obtained a world-wide renown which immortalised him

It was indeed for this purpose that Shri Krishna selected Yednya, Daana and Tapa from the Vedic doctrines (Bhishma Parva P-67)

(۲) کسی یتی (نفس کش سالک) نے ایک ادھوریو (جانور کو ذبح کرنے والا برہمن) کو قربانی کے لئے جانور پر پانی چھڑکتا دیکھکر بہت کوسنے دیئے۔ اور کہا کہ تجھے ذرا خدا کا خوف نہیں۔ جانور ذبح کئے چلا جاتا ہے۔ یہ سُنکر ادھوریو نے کہا کہ خدا کے حضور میں قربانی کرنا بے رحمی میں داخل نہیں کیونکہ ایسی حالت میں جانور مرتا نہیں۔ بلکہ سیدھا بہشت کو سدھار جاتا ہے۔ یہی شرتی روید مع حواشی)

کا حکم ہے۔ میں وید کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ اسلئے مجھے کچھ بھی [illegible] نہیں۔ یہ سُن کر
یتی نے جواب دیا کہ ایسی صورت میں یوں کہنا چاہیئے کہ قربانی جانور کو فائدہ
پہنچانے کے لئے ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے عزیزوں کو مار کر اسی طرح کا فائدہ پہنچاؤ
دیکھو تو وہ کیا کہتے ہیں۔ گلا کاٹنے میں کچھ بھی مفاد نہیں۔ جانور کا گوشت اپنے تن
کے کام آتا ہے اور بس۔ سنو کہنا مانو۔ اور گوشت وخون سے توبہ کرو۔ ہنسا ہی دھرموں
میں بڑا ادھرم ہے۔ ادھوریو نے جواب دیا کہ تو اپنی تو خبر لے۔ کیا تو ہنسا نہیں کرتا
کیا تو خوشبو نہیں سونگھتا۔ کیا تو طرح طرح کے رس نہیں پیتا۔ کیا ستاروں کی
خوبصورتی کو نہیں دیکھتا۔ کیا ہوا نہیں کھاتا۔ کیا سانس نہیں لیتا۔ کیا آواز
نہیں سنتا۔ کیا سوچ بچار نہیں کرتا۔ اِن سب میں زندگی ہے۔ ان کے استعمال
سے تو انکو ایذا پہنچاتا ہے۔ اور اس لئے ہنسا کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ سب کچھ
جانتا ہے مگر نہیں مانتا۔ ہنسا کئے چلا جاتا ہے۔ مگر اپنے آپکو ہنسا سے بری تصور کرتا ہے
بتا تو دنیا میں کونسا ایسا کام ہے جس میں ہنسا نہیں۔ یہ سن کر یتی نے خیالی یگ کی
گفتگو شروع کی۔ مگر ادھوریو بھی اپنی بات کا پکا تھا۔ وید کے حکم پر اڑا رہا اور کہتا
رہا کہ وید کے منتروں کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے۔ آخر یتی چپ ہو رہا۔ اور ادھوریو
نے جانور کو ذبح کیا۔ اور قربانی کی رسم ادا کی۔ (اشومیدھ پروہ)

ایسے ہی مہابھارت ون پروہ میں ہنسا اور اہنسا کے متعلق ایک اچھا واضح
بیان مندرج ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

جو لوگ کاشتکاری کرتے ہیں انکو بھی موذی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ ہل چلاتے
وقت بہت سے کیڑے مرکٹ جاتے ہیں۔ ایسے ہی کھیت کو پانی دیتے وقت۔
گھاس کھودتے وقت۔ ایسے ہی غلہ میں طرح طرح کی جانیں زندہ موجود رہتی ہیں
کھانے والے ان کو نکال پھینکتے ہیں۔ لوگ درختوں کو کاٹتے ہیں۔ اور لکڑیاں جلاتے
ہیں۔ پھل پھول توڑتے اور برتتے ہیں۔ نباتات کا استعمال کرتے ہیں۔ ان سب
میں جانیں موجود ہیں۔ پانی دودھ وغیرہ سب میں جانیں ہیں۔ الغرض یہ ہے کہ

یہ تمام دنیا جان اور جانداروں سے بھری ہے۔ مچھلی کو مچھلی کھاتی ہے۔ ایک جانور دوسرے جانور پر زندگی بسر کرتا ہے۔ چلتے پھرتے پیروں تلے بہت جاندار مرجاتے ہیں۔ آہستہ خرام بلکہ مخرام۔ زیر قدامت ہزار جانند۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے سوتے مختلف پیرایہ میں جانور جانور کو ہلاک کرتا رہتا ہے۔ انجان اور ان پڑھ نہیں بلکہ لکھے پڑھے دانشمند بھی دانستہ و نادانستہ ہروقت ہنسا کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مخلوقات کی پیدائش اور اسکی زندگی اور موت کے قاعدوں پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنسا کے لفظ کو بہوت لوگوں نے ایجاد کیا۔ دنیا میں کوئی شخص اور کوئی جانور ہنسا کرنے سے خالی نہیں رہ سکتا۔ ہنسا ایک قدرتی قاعدہ ہے۔ قدرت نے ہنسا پیدا کی۔ بغیر ہنسا کے دنیا کا عمل اور انتظام جاتا رہے۔ ہر جگہ بدنظمی پھیل جائے۔

(2) A certain ascetic saw an *Adhwaryu* (a sacrificial priest) sprinkling water over an animal in preparation for slaughtering it, and began to curse him and said that it was very cruel of him to destroy life. The Adhwaryu replied that a sacrifice was a virtue and that the animal so slaughtered would not perish It would immediately proceed to paradise and become immortal. The ascetic answered that in that case the sacrifice would be for the good of the victim. He had better invite his father, brother, and other relatives and propose to send them to heavens in the same way. There was, in fact, no good in slaughtering animals and throwing their flesh into fire. *Ahinsa paramo dharmaha* was the best dharma. On hearing the ascetic, the *Adhwaryu* pertly observed. " Are you sure you do not indulge in *hinsa* yourself? Don't you smell fragrances? don't you eat and drink? Don't you look to the

beauty of the stars? Don't you inhale air and breath in it? Don't you hear sounds? Don't you think and make use of thought? And you know that all these objects have life, and by using them you do injure them and commit *hinsa*. Now with all knowledge you continue injuring others and presume that you are innocent. Do let me know an action that does not involve *hinsa*." On hearing the *Adhvaryu* the yati again resumed the negative (immaginary) arguments; but the *Adhwaryu* held the positive side and silenced his opponent and slaughtered the animal. (5) In the Abadi Purva M. B. there is a similar piece on the subject of *hinsa* and *ahinsa*, of which the following is an abstract :—A butcher speaks to a Brahmin and says: "I do not mean to argue and discuss, but I tell you the truth that the process of agriculture, always involves *hinsa* in various ways. By the plough and the water works a large number of insects is destroyed. Then all corn is permeated with worms and the consumers thereof destroy life knowingly and unknowingly. Then animals are used as vehicles which process really means *hinsa* in many ways. Clevermen make their living out of the foolish; the strong suppress the

(۳) متر شرما نام برہمن یدنیہ کرنی چاہتا تھا۔ مگر مفلس تھا۔ جانور کی تلاش میں ایک گاؤں میں جا نکلا۔ اور وہاں ایک مالدار یجمان سے درخواست کی۔ اس نے ایک بہت تیار جانور قربانی کے لئے اس کو عطا کیا۔ (پنچ تنتر م) (دیکھیے۔ یوگ کے غلبہ سے پہلے لوگ قربانی کے کیسے پابند تھے۔ یہاں تک مانگ کے بھی جانور لاتے تھے۔ اور قربانی کرکے نذرانہ دیتے تھے۔

weak and eat it up naturally, Not only the ignorant but also the learned destroy life in one way or other. In short the word *hirs* is an innovation in this world of life intended by nature to be destroyed. With all one's might one can not avoid *hinsa*.

(4) A certain Brahmin longed to perform an animal sacrifice but could not afford it. He travelled to a village and there obtained a fattened animal from a nobleman.

When the Vedas were in force, believers considered an animal sacrifice to be a great privilege and a blessing and were prone to perform it at all costs. But since the rise of the Yoga it was considered a curse and a calamity till it became extinct.

ईजे च भगवन्तं यज्ञक्रतुरूपं क्रतुभिरुच्चावचैः श्रद्धयाहृताग्निहोत्रदर्शपूर्णमासचातुर्मास्य पशुसोमानां प्रकृतिविकृति भिरनुसवनं चातुर्होत्रविधिना ।

(۳) بھرت راجہ نے بھگوان وشنو کے حضور میں چھوٹی بڑی سب طرح کی قربانیاں کیں۔ (بھاگوت پران ۵)

**Bharata Raja performed many sacrifices to Vishnu**

(۶) یودھشٹھر نے دان دینے کی کیفیت پوچھی بھیشم نے جواب دیا کہ دان تین ہیں۔ تینوں کا نام ایک ہے۔ اور ان تینوں کا پھل بھی ایک ہی ہے۔ (۱) گائے کا دان (۲) زمین کا دان (۳) علم کا دان۔ لفظ گو کے تین معنی ہیں۔

گائے۔زمین اور علم۔اس لئے ان تین دانوں کا ایک نام گو ہے۔انکی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ گائے اور بیل سے یدنیہ (قربانی) کا کام لینا تو ویدکا حکم مانا ہے۔کاشتکاری وغیرہ کا کام لینا جس میں ہنسا ہوتی ہے قابل مذمت۔یہ وید کے حکم سے نہیں ہے۔ہلانتم برہمہ ورچسم۔یعنی ہل میں بیل جوڑنے کے وقت سے نیکی دنیا سے اٹھ گئی۔

(5) Yudhishthira enquired details about *daana* (a gift). Bhishma said that there were three daanas, of one name, and one end :—cow daan, (2) land daan, (3) and knowledge daan. (the word "go" in Sanskrit means (1) cow, (2) land, and (3) knowledge). While giving details of them, he said that the use of a cow or of an ox for Yednya purposes was enjoined by the Vedas but their use for purposes agricultural was no doubt *hinsa* and therefore reproachable. As the Shiriti runs "halantum Brahma Verchasum" by use of plough there ended the Brahma virtue on the surface of the earth.

# گائے کی عظمت اور قربانی

(۶) بھیشم مہاراج گائے کی فضیلت اور اُنکی قربانی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ (انوشاسن)

गावो विशिष्टास्तपस्विभ्य। यस्मात्सर्वेभ्य एव च

"گائیں تپسوی (نفس کُش) لوگوں سے بھی بڑھ کر بزرگ ہیں۔ اس لئے مہیشور تپہ خود اُن میں بستے ہیں۔ گائیں برہما لوک (عالم الٰہی) میں بستی ہیں۔ جس مقام کے حاصل کرنے کے لئے تمام بڑے بڑے رشی آرزو مند رہتے ہیں۔ گائیں اپنے دودھ دہی۔ گوبر۔ چمڑے۔ ہڈی۔ سینگ۔ سُمبھ۔ پونچھ سے ہم پر احسان کرتی ہیں۔ گرمی۔ سردی۔ برسات میں یکساں ہماری خدمت کرتی ہیں۔ اور برہمنوں کے ساتھ اعلےٰ مقام پر پہنچ جاتی ہیں۔ راجہ رنتی دیو نے صرف گائے کی قربانی کی۔

रन्तिदवस्य यज्ञे ता: पशुत्वेनोपकल्पिता। ।
अतश्चमणवती राजन्गो चमभ्य: प्रवर्तिता ॥

اور اتنی گائیں کاٹیں کہ اُن کے خون کی ایک ندی بہہ نکلی۔ جس کے کنارے انہیں کی کھالوں کے بن گئے۔ اور اس سے وہ ندی چرمن وتی کہلائی۔ قربانی سے بچی کھچی گائیں رنتی دیو نے دان کیں۔ اس لئے گائے کا دان کرنا چاہئے۔"

**نوٹ:**- معلوم ہوتا ہے کہ گائے کی اس قربانی سے رنتی دیو کی بہت نیکنامی اور شہرت ہوئی۔ چنانچہ ویاس کے علاوہ کالیداس جیسے مشہور شاعر بھی اپنی کتاب میگھدوت میں بہت ادب اور وقعت کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

आराध्यैनं शरवणभवं देवमुल्लङ्घिताध्वा:
सिद्धद्वन्द्वैर्जलकणभयाद्वीणिभिर्मुक्तमार्ग: ।
व्यालम्बेथा: सुर [illegible]

स्रोतो मूर्त्या भुवि परिणतां रन्तिदेवस्य कीर्तिम् ॥

کالیداس بادلوں کو اپنا قاصد بناتے ہیں۔ اور بہت سے پیغام اِدھر اُدھر بھیجتے ہیں راجہ رنتی دیو کی عظمت کو یاد کرکے بادلوں سے کہتے ہیں۔ اے بادلو۔ بھولنا مت جاتے جاتے سرکنڈے کے بن پر سے گذرتے ہوتے اور شنڈان مہاراج کی حمد وثنا گاتے ہوئے آگے بڑھنا۔ راستہ میں ضرور بھیڑ بھاڑ ہوگی۔ مگر تمہاری بوچھاڑ کے ڈر کے مارے سدھہ لوگوں کے غول کے غول بین بجاتے ہوئے اور حمد وثنا کے گیت گاتے ہوئے الگ کو ہٹ جائیں گے۔ اور تمہیں راستہ صاف ملیگا۔ تم بھی ادب سے آگے بڑھنا اور رنتی دیو کی اس بڑی نیکنامی کی عزت میں سر جھکانا۔ جو گائے کی قربانی کرنے کی وجہ سے دنیا میں پھیلی۔ اور اب بھی بہتی ہوئی ندی چرمن وتی کی صورت میں موجود ہے۔

**نوٹ:۔** سدھہ آسمانی دیوتاؤں کی ایک قسم ہے۔ کالیداس کے دل میں اس یدنیہ کی ایسی وقعت تھی کہ انکی آنکھوں کے سامنے اس کا سماں بندھا تھا۔ اور آسمانی لوگ اس قربانگاہ کی نواح میں انکی تعریف کے گیت گاتے ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ جنکی کثرت کی وجہ سے بادلوں کو بھی راستہ ملنا دشوار تھا۔ مگر یہ سوچ کر کہ بارش کے ڈر کے مارے آسمانی لوگ الگ کو ہو جائیں گے۔ اور بادلوں کو وہاں پہنچنے کا راستہ ملیگا۔ اپنا پیغام بادلوں سے کہتے ہیں چرمن وتی کے متبرک ہونے کی بابت چند شہادتیں سنئیے۔ (۱) ویاس اور (۲) کالیداس کے سوا (۳) مشہور برہمن ولی آپستمبک نام نے بھی جنمے جیا راجہ کے دربار میں بڑی قربانیوں کے تذکرہ کے ساتھ گائے کی اس قربانی کا خاص طور پر تذکرہ کیا۔ (آدی پروہ)

(۴) یہ چرمنی وتی ندی جو گائے کی قربانی کے خون سے بہہ نکلی تھی ایسی متبرک ہوئی کہ اس کا درجہ گنگا کے برابر قرار دیا گیا۔ اور ورونہ (سمندر) کے خدا کے دربار میں متبرک سمندروں اور دریاؤں کے برابر رہتی ہے۔

(سبھا پرون)

(۵) اور پھر (ون پروہ صفحہ ۶۹) نارد رشی یودہشٹھر سے کہتے ہیں کہ اس ندی میں غسل کرنے کا ثواب اگنشٹومہ قربانی کے برابر ہے۔ یعنی اس سے بہشت ملتا ہے۔

(۶) اور پھر (ون پروہ صفحہ ۱۰۸) مارکنڈہ رشی نے وشنو کے پیٹ کے اندر متبرک دریاؤں کے ساتھ ساتھ جہاں سرسوتی بھی ہے چرمن وتی کو بہتے دیکھی۔

راجہ رنتی دیو کی مہمان نوازی کی ایسی شہرت تھی کہ ون پروہ (مہابھارت) میں ایک اور روایت یوں منقول ہے۔

राज्ञो महानसे पूर्वं [illegible] वै द्विज।
द्वे सहस्रे तु बध्येते पशूनामन्वहं तदा ॥
अहन्यहनि [illegible] द्वे सहस्रे गवां तथा।
स मांस [illegible]तो ह्यन्नं रन्तिदेवस्य नित्यशः।
अतुला कीर्तिरभवन्नृपस्य द्विजसत्तम ॥

(۷) گذشتہ زمانہ میں رنتی دیو راجہ کے باورچیخانہ میں روزانہ دو ہزار جانور ذبح ہوتے تھے۔ علاوہ ان کے دو ہزار گائیں بھی روزانہ کاٹی جاتی تھیں۔ یہ راجہ ہمیشہ گوشت والا کھانا لوگوں کو کھلایا کرتا تھا۔ اور اس سبب سے اسکی مہمان نوازی کی بے حد شہرت تھی۔

*Dignity and Yednya of a cow.*

(6) Bhishma describes the virtues of kine and the merits of offering them in sacrifice — cows are

surely better than ascetics; and therefore *tapa* dwells in them. Cows dwell in Brahmaloka which region the great Rishis covet to ascend. Cows do mankind good with their milk and provide all sorts of *havi* material, and confer obligation with their dung, curds, hide, bones, horns, tail, etc., and serve equally all the season round and attain along with the Brahmins, the highest blessings. Raja Ranti Deva slaughtered cows only in sacrifices to such a large extent that a stream of blood commenced to flow of which the banks were made of their hides, and on that account, was called Charmanvati. The cows that survived were given by him in Daans to the Brahmins. Therefore a go-daan is admired.

[The cow sacrifice above referred to must have been admired all over the country by the great Indian Aryans, generation after generation. Besides the great Vyasa whom we have just read, the poet Kalidas has immortalised Ranti Deva and his cow sacrifice in his 'Maighdute.' The poet makes clouds his messangers and says "do remember o cloud, as you cross the reed forest, the famous birth place of the god Shadanana, do sing his praises and then proceed further. The passage you will of course find crowded with the Siddhas eagerly playing their fluits in honour of the sanctity of the spot, but for fear of your downpour they will move aside and you will find time to bow down in

honour of the fame of Ranti Deva established on earth on account of his cow sacrifice which is yet preserved in the form of the flowing stream (Charmanvati).

(Note—Siddhas is a semi-divine being Kalidas is so much impressed with the virtues of this sacrifice that he sees the Sidhas surrounding the spot actually longing to sing praises of Ranti Deva.)

The popular Brahmin saint named Aastika also mentions this cow sacrifice of Ranti Deva among the great sacrifices of the Indian world (Aadi M B.) Similarly (Sabha M. B.) Narada *rishi* gives this stream of blood, a distinguished place in paradise where Ganga and other holy water flow.

Similarly (Vana M. B.) the reward of a plunge into this stream is considered equal to that obtained by the Agnishtoma. Similarly (Vana M. B.) the famous Markanda *rishi* saw this stream flowing in the heart of Vishnu along with Sarasvati and other holy waters.

Rather an awe-inspiring description of the hospitality of Raja Ranti Deva, is found in the Vana parva (M. B.) which, in brief, stands as follows:— For the kitchen of this ruler two thousand cows and two thousand other animals were slaughtered every day, as he liked to feed his people with high class dishes of flesh at all times. At this rate, over forty three million cattle must have been slaughtered, say during thirty years of his regime.

# گائے کی قربانی کی عظمت

وید پرست آریوں میں گائے کی قربانی کی اتنی عظمت تھی کہ بڑے سے بڑے ثواب کے کام کو گائے کی قربانی سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ مثلاً

अष्टमेन च भक्तेन जीवन्संवत्सरं नृप ।
गवालम्भस्य यज्ञस्य फलं प्राप्नोति मानवः ॥

جو کوئی آٹھویں دن خشکہ کھا کر ایک سال گذارے اسکو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا گائے کی قربانی کا۔ (انو پروہ)

*Importance of a cow sacrifice*

A cow sacrifice was held as a standard of virtue and therefore colloquial expressions like the following—" Any one passing a year on weekly rations of boiled rice secures a reward equall to a cow sacrifice."

देवर्षयो महाभागास्तथा ब्रह्मर्षयोऽमलाः ।
अपृच्छन्नहुषं देवसकाशं जगतां वरम् ॥
य इमं ब्राह्मणाः प्रोक्ता मन्त्रा वै प्रोक्षणे गवाम् ।
एते प्रमाणं भवत उताहो नेति वासव ॥

(۸) دیورشیوں اور مہرشیوں نے مل کر ہنوشہ راجہ سے پوچھا کہ جو منتر گائے کو ذبح کرنے سے پہلے اس پر پانی چھڑکنے کے وقت پڑھنے کے لئے برہمانے فرمائے ہیں اُنکی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔

اس سوال سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ گائے کی قربانی برہما کے حکم سے ہوا کرتی

تھی۔ برہما وید اور وید برہما ہے۔ اس لئے وید بھگت کیسے اس سے انکار
کر سکتا ہے۔

(7) The Devarshis and Brahmarshis unanimously approached Raja Nahusha and asked him to give his opinions regarding the *mantras* ordained by Brahma to be recited on the occasion of sprinkling of water over kine before slauhtering them. The querry above referred to amply proves the popularity of the cow sacrifice based on divine law.

# اِنسان کی قربانی

(۱) ہریشچندر راجہ نے منت مانی تھی کہ اگر میرے بیٹا ہوا تو اسکو قربان
کردوں گا۔ لڑکا پیدا ہوا۔ مگر راجہ نے منت پوری نہ کی۔ کیونکہ وہی ایک گھر بھر
کا لاڈلا تھا۔ راجہ ٹالتا رہا۔ یہاں تک کہ لڑکا بڑا ہو گیا۔ اور جان کے خوف
کے مارے بھاگ نکلا۔ اور اپنی عیوض میں ایک برہمن کا لڑکا خرید کر بھیج دیا
راجہ نے اس کی قربانی کی۔ اس قربانی میں بڑے بڑے برہمن رشی مددگار تھے
مثلاً وشِشٹھ مہاراج برہما بنے تھے۔ وشوامتر ہوتا (نذرانہ آگ میں ڈالنے
والا) بنے تھے۔ جمدگنی رشی ادھوریو تھے۔ اور ایسہ رشی سام گا (منتر گانے
والا) تھے۔ (بھاگوت پران صفحہ ۸)۔

***Man Slaughter.***

(1) Raja Har'sh Chand had vowed 'that if he

would beget a son, he would slaughter him in Yednya. But when he got a son he hesitated to fulfil the terms and went on postponing the evil day till the boy fled away for fear of losing his life. During his exile he pursued a Prahmin boy and sent him on to the Raja as a substitute. The Raja was, then, pleased to fulfil his vow. In this sacrifice great *Rishis* like Vasishtha, Vishvamittra, Jamadagni, and Ayasa, were the officiating priests. (It should be observed that so long as the Kshattriyas were in power, all the Vedic orders were carried out by the learned Brahmins without any scrouple—like this man slaughter and others of this type. But as the Yoga got the upperhand, the Dharma ceremonies were ignored and the Kshattryas lost their authority).

(۲) یودھشٹھر نے بھیشمہ سے پوچھا کہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر سزا دیئے راج کا انتظام ہو سکے۔ سزا دینا تو ہنسا ہے۔ اور ہنسا ممنوع ہے۔ سزا نہ ہونے کی صورت میں آدمی آدمی کو مار کھانے لگا۔ بتائیے کیا کیا جائے۔

بھیشمہ نے جواب دیا کہ پہلے زمانہ میں ایک راجہ ستیہ وان نام کا تھا۔ اُس

نے اپنے والد دیوتسین کے شورہ سے جن لوگوں کو قتل کی سزا دی انکو قتل کے لئے لے جاتے ہوئے دیکھکر باپ نے بیٹے سے کہا کہ بڑی مشکل ہے۔ اگر ہنسا نہ کرنا دھرم قرار دیا جائے تو ادھرم کیا ہوگا۔ اگر بدکردار کو قتل نہ کیا جائے تو دنیا میں بدنظمی پھیل جائے۔ اور کاروبار نہ چلے۔ بتا تیری کیا رائے ہے۔ بیٹے نے کہا کہ اگر ان بے گناہوں کو رہا کر دینے کی کوئی صورت نہ ہو تو بہتر ہے کہ کوئی مراد حاصل کرنے کی نیت سے انکی قربانی کر دی جائے۔ گلا کٹتے ہی یہ بہشت کو پہنچیں گے اور سزا خود ان کے حق میں مفید ہوگی۔ اور ہمارا فرض بھی ادا ہو جائیگا۔

तात शक्नोपि चेत्साधून्परित्रातुमहिंसया ।

कस्यचिद्भूतभव्यस्य लाभमात्रं तथा कुरु ॥

قاعدہ یہ تھا کہ مجرم کے بیگناہ رشتہ دار بھی قتل کی سزا پاتے تھے۔ اس لئے راجہ کے والد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح بے گناہوں کو موت کی سزا سے بچایا جائے۔ آخر راجہ نے یہ مسئلہ یوں حل کیا کہ انکو قربان کر دیا جائے جس سے ان کو بہشت نصیب ہوگا۔ اور ہمارا مطلب بھی حاصل ہو جائیگا۔

(2) Was it possible for a ruler, said Yudhishthira to Bhishma, to administer justice without punishing the culprit? If there be no punishment there would be no order and no tranquillity: and man would devour man with impunity.

Bhishma replied that in times gone by there was a ruler Sattyavan by name With his fathers' approval, he ordered certain innocent men to be put to death for the sinner, their relative When these

victims were being carried to the place of executions, the father saw them and said to the son that that was a very intricate affair. If *ahinsa* were Dharma, what, then, would *adharma* be? Disorder would rule and peace would disappear. The son answered "If there be no plan to save them from death, let them be slaughtered as Yednya Pashus (victims of sacrifice). Forthwith they would go to paradise and we too would gain our desire, and our object would be fulfilled." (These victims were innocent but being relatives of the criminal had to suffer death and hence the compunction of the prince.)

(۳) سومک راجہ کے بہت سی آرزوؤں کے بعد ایک بچہ پیدا ہوا۔ اتفاقاً چیونٹی نے اُسے کاٹا اور وہ بلبلا اُٹھا۔ اسکے ساتھ گھر بھر بے چین ہوگیا۔ راجہ نے مغموم ہوکر اپنے گُرو سے کہا کہ ایک بچہ تو رنج کی جڑ ہی ہوا کرتا ہے۔ کاش میری سب رانیوں سے اولاد ہو جاتی۔ برہمن نے ترکیب بتائی کہ اس بچہ کو قربان کر دو۔ اسکی چربی کا ہون کیا جائے۔ اور سب رانیاں اس کی بُو سونگھیں تو سب کے لڑکے پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تجویز سُن کر محل میں کُہرام سا مچ گیا۔ اور رانیاں اس بچہ کو بچانے کے لئے اپنی طرف گھسیٹتی تھیں۔ اور برہمن اپنی طرف آخر راجہ کے حکم سے

भिरास्य चैनं विधिवद्वपामस्य जुहाव सः ।

برہمن نے بچہ کو کاٹا۔ اور دستور کے موافق اس کا ہون کیا۔ اور رانیوں نے اس کا دھواں سونگھا۔ دسویں مہینے سب کے لڑکے پیدا ہوگئے۔ اور وہ بچہ بھی پھر پیدا ہوا۔

(2) Somaka Raja got a son after years of craving. The child being once bitten by an ant, began to cry, and with him the whole palace Being disheartened thereby the Raja spoke to his *guru* that one child surely was a source of sorrow to the family. The Brahmin thereupon suggested the remedy. The child should be slaughtered and the fumes of its fat presented to Agni, should be inhaled by the queens desirous of begetting children. The Raja having agreed, the Brahmin cut up the child with due ceremonies, and presented the *havis* of its fat to fire. The fumes thereof were inhaled by the *ranis* in due course. The result was that a hundred of the queens who took the opportunity of smelling the fumes above mentioned, became pregnant, and after ten months, gave birth to hundred sons. The boy sacrificed was reborn with a special mark, as the Brahmin had indicated.

(۳) کسی زمانہ میں ایودھیا کے مہاراجہ امبریش (رام کے بزرگوں میں سے) نے قربانی شروع کی - اسی اثنا میں ذبیحہ جانور کو اندر مہاراج اڑا لے گئے - تب برہمنوں نے راجہ کو خبر کی کہ آپ کا ذبیحہ چھین لیا گیا - بدعملی کی یہ بڑی سزا آپ کو ملی - اب یا تو اصل جانور پیدا کیجئے - یا اس کی عیوض انسان کو قربان کیجئے اور کچھ معاوضہ نہیں ہوسکتا - راجہ مضطرب ہوکر تلاش کو نکلا - اور لاکھوں اشرفیوں کے انعام کا وعدہ کیا - اور تلاش کرتے کرتے خود بھر گو تنگ پر جا نکلا - اور وہاں ایک برہمن مع اپنی بیوی بچوں کے بیٹھا دیکھا - راجہ آداب بجا لایا - اور خیریت پوچھکر اور چکنی چپڑی باتیں بنا کر کہنے لگا کہ اپنے ایک بچہ کو قربانی کے لئے مجھے دیجئے - برہمن نے کہا کہ بڑے بیٹے کو تو میں نہ دونگا - بیوی بولی کہ چھوٹا تو میرا لاڈلا ہے - میں کیسے اسے دوں - منجھلا بیچارہ دیکھا کا دیکھتا رہ گیا - اور خود بول اٹھا کہ مجھے لے چلئے - آخر معاملہ طے کرکے کروڑہا اشرفیاں اور جواہرات کے ڈھیر اور لاکھوں گائیں دیکر - لڑکے کو لیکر راجہ خوش وخرم واپس چلا آیا راستہ میں ایک جھیل کے کنارے لڑکے کے ماموں وشوامتر منی ریاضت میں مشغول تھے - انکو دیکھکر لڑکے نے اُن سے اپنا دُکھڑا رویا - انہوں نے اس کو تشفی دی - اور ایک اسم اعظم کا عمل اسکو سکھا دیا - اور پڑھنے کا طریق بتا دیا - اپنے شہر میں پہنچکر راجہ نے اس لڑکے کو قربانی کے سُرخ کپڑے پہنائے اور یوپ یعنی قربانی کے ستون سے اسے باندھا - عین وقت پر اس نے وہ عمل پڑھا - پڑھتے ہی اثر ہوا - اور اندر دیوتا نے اس پر از حد شفقت کا اظہار کیا اور اس کو لمبی عمر بخش دی - اور راجہ کی قربانی جیسی تھی ویسی ہی قبول کرلی -

(3) Once upon a time Maharaja Ambarisha of Ayodhya (an ancestor of Rama) commenced a horse sacrifice. The god Indra being displeased with him carried off his horse. The Brahmins warned him of

the danger which he had incurred through his mis behaviour, and told him that he should either produce the original horse or a man substitute. The Raja went out in search and offered a huge reward to finder. While he was knocking about, he reached the Bhurgu Tunga, and there saw a Brahmin and his family. After paying his respects, he requested him to sell one of his sons for sacrificial purposes. The Brahmin refused to sell the eldest, and his wife clung to the youngest. Then the middling boy being left uncared for, got disappointed, and in despondency offered himself. Then the price agreed upon was paid, and the Raja returned to his capital. On the way the boy victim happened to come across his uncle Vishvamittra and spoke to him of his miseries. The *rishi* taught him a *gatha*, to be recited at the time of immolation. When the Raja dressed the boy victim in purple (the sacrificial colour) and tied him to the *yupa*, the sacrificial pole, then he repeated the *gatha* and invoked the mercy of heavens. The result was that god Indra got pleased with him and granted him a long life, and took the raja's will for the deed and accepted his sacrifice

وہ مشہور بھاگیرتھ راجہ رام کے اجداد میں سے (جنہوں نے بھاگیرتھی گنگا پہاڑ سے نیچے اُتاری) - خود اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

अयजमहायज्ञैः सर्वमेधेन मयोऽस्य [illegible] !

میں نے اشومیدھ سرومیدھ (سب جانوروں کی قربانی) کیں - اور سات

نرمیدھ (مرد کی قربانی) کئیں - دانو پروہ صفحہ ۱۱۲)

(4) The famous Raja Bhagiratha (an ancestor of Rama) who brought down the Ganga from the heavens enumerating his acts of devotion, on an occasion says "I performed eight mixed sacrifices and seven man-sacrifices (Anu. M. B.)

(5) Once a Shudra in the hope of getting children appeased the Devi with a man-sacrifice.

(۶) ایک دفعہ ایک شودر نے اولاد پیدا ہو جانے کی آرزو میں کالی دیوی کے حضور میں انسان کی قربانی کی - (بھاگوت پران)

अथ कदाचित्कश्चिद्वृषलपति भद्रकाय पुरुषपशुमालभ्याप-
त्यकामः ।

## جانور کی قربانی اور گوشت کھانیکا رواج

جب کشتری فاتح زندہ تھے - اور وید پر عمل تھا - تب رات دن قربانیوں کا چرچا رہا کرتا تھا - اور روزمرہ میں قربانیوں کے استعارات بولے جاتے تھے - چنانچہ بھیم سین کہتے ہیں -

चत्वारो वयं ऋत्विजः स भगवान्कर्मोपदेष्टा हरिः ।
संग्रामाध्वरदीक्षितो नरपतिः पत्नी गृहीतव्रता ॥
कौरव्या पशवः प्रियापरिभवक्लेशोपशान्तिः फलम् ।
राजन्योपनिमन्त्रणाय रसति स्फीतं हतो दुंदुभिः ।

ہم چار بھائی رتوج بنیں گے - شری کرشن بھگوان برہما بنیں گے - یدھشٹر قربانی کی نیت باندھیں گے - اور دریودھن وغیرہ ذبیحہ بنیں گے - اور دروپدی

کی بے حرمتی کا دُکھ دور کرنا ہم سب کا مقصد ہوگا۔ اور نیکنامی کا نقارہ کشتریوں
کو بلانے کے لئے زور و شور سے بجے گا۔ (دوے نی سنوہار)

So long as the Kshattriya conquerors did not fully submit to the yoga, the talk of dharma and sacrifices prevailed in all circles of their society and sacrificial similes and metaphors were colloquially used. We take an example from the hero Bhima who depicts so enthusiastically the then forthcoming war. He says: "We four brothers will act as sacrificial priests, Shri Krishna as Brahma, Yudhishttiera will take the diksha, and Duryodhana and his party will serve as victims of our sacrifice. Our aim will be to redress the grievances of Dranpadi, and Fame will be the drum that will invite the Kshattriyas to the battle field

جب کشتری زندہ تھے اور قربانیاں ہوا کرتی تھیں تب لڑائی کے میدان
میں مخالف کو پچھاڑ کر اُسے قربان کئے ہوئے جانور سے مشابہت دیا کرتے
تھے۔ اور خود لڑائی کو یُدھ یدنیہ (قربانی بصورت جنگ) کہا کرتے تھے۔ مثلاً

उपेयुषो बिभ्रतमंतकद्युतिं वधाददूरे पतितस्य दंष्ट्रिणः ।
पुरः समावेशितसत्पशुं द्विजैः पतिं पशूनामिव [illegible] ।

جب ارجن اپنے مدِ مقابل سُوّر کو مار کر اسکے سامنے آ کھڑا ہُوا تب اُس کی
ہیئت ایسی خوفناک تھی جیسے موت کی۔ اور وہ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ

موت کے بھیس میں شنکر جو یدنیہ میں برہمنوں کے ذبح کئے ہوئے جانور کے سامنے اکھڑا ہوتا ہے۔ دکرات ارجنیہ)

In the Vedic age, sacrificial simile was used to describe an act of prowess; "after killing his antagonist, the boar, Arjuna, fierce like death itself, stood thereby, and bore resemblance to Shiva standing in front of an immolated victim."

## دیکھو کشتریوں کے محاورہ میں وہی قربانی کا استعارہ

ایک دفعہ اچھی پیداوار نہیں ہوئی۔ اور قحط سے لوگوں کو تکلیف پہنچی۔ اُس وقت پرتھو راجہ (جنکی یادگار میں زمین پرتھوی کہلاتی ہے) مغموم ہوئے۔ اور زمین کو گائے قرار دیکر انہوں نے یُوں مخاطب کیا۔

वसुधे त्वां वधिष्यामि मच्छासनपरांमुखीम् ।
भागं बर्हिषि या वृंक्ते न तनोषि च नो वसु ॥
यवसं अग्ध्यानुदिनं नैव दोग्ध्यौधसं पयः ।
तस्यामेव हि दुष्टायां [illegible] मात्र न शस्यते ॥
अमुष्या [illegible] परिदेवनम् ।
शामयिष्य[illegible] मद्बाणै भिंनायास्तव मेदसा ॥

اے زمین صورت گائے۔ میں تجھے کاٹ ہی ڈالوں گا۔ تو میرا کہنا نہیں مانتی یدنیہ کے موقع پر تو تو نذرانہ کا پورا حصہ لے لیتی ہے۔ در زمین بھی دیوتا ہے۔ اس کو بھی قربانی کا حصہ دیا جاتا ہے) لیکن ہمیں غلّہ نہیں دیتی۔ روزمرہ ہم تجھے دانہ کھلاتے ہیں۔ مگر تو باکھڑے بھرا دودھ نہیں دیتی۔ تو ہی بتا تجھ جیسی بانجھ گائے کا کاٹ ڈالنے کے سوائے اور کیا علاج ہے۔ دیکھ میں تجھے کاٹے ڈالتا ہوں۔ اور اپنے تیروں کی تیز دھار کی کاٹی ہوئی تیری چربی دار بوٹیں اپنی عا

کو کھلاتا ہوں۔ (بھاگوت پران نمبر ۴)

**نوٹ:**۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ اگر گائے کے گوشت کے کھانے اور کھلانے کا عام رواج نہ ہوتا اور گائے کے کاٹنے اور اسکے گوشت کھانے کو لوگ بُرا سمجھتے۔ تو کیا پرتھو راجہ بے تکلفانہ اعلان کرتے کہ میں گائے کا گوشت اپنی رعایا کو کھلاؤں گا۔

جب ویدپرست کم ہوگئے۔ تب قربانی کی رسم بھی ڈگمگانے لگی۔ قربانی کرنے والے کو لوگ طنزاً گوگھنا کہنے لگے یعنی کشندہ گاؤ۔ اچھے معنی بُرے ہوگئے۔

### *Popularity of sacrificial simile*

In the Vedic age sacrificial simile was used to describe an act of prowess; "after killing his antagonist, the boar, Arjuna, fierce like death itself, stood thereby, and bore resemblance to Shiva standing in front of an immolated victim."

### *Sacrificial Metaphors.*

Once, on the occasion of a famine, Pruthu Raja harangued the earth and said, "O earth cow, I am sure to slaughter thee, the disobedient beast. At the time of sacrifices, we give thee ample offerings (Earth is a goddess), but do not get in return good crops from thee. We feed thee every day but get no milk in return. Now tell us what should we do with thee? We should slaughter thee, there being no other way to get rid of thee. Mind, O cow earth I am going to cut thy throat with my sharp arrows and satiate my hungry people with thy fat flesh.

Note) This address of an Emperor establishes the popularity of sacrifices and of animal food. If people then, abhorred cow slaughter, the great raja should never have thought of feeding them with flesh.

اندر اور اگنی یہ دو دیوتا باز اور کبوتر بن کر اس دنیا میں اُترے۔ اُترتے ہی باز کبوتر کی طرف جھپٹا۔ کبوتر نے شیبی راجہ کی گود میں پناہ جالی۔ باز نے اسے پکڑنا چاہا۔ راجہ نے اُسے روکا۔ باز نے کہا کہ جہان پناہ قدرت نے کبوتر میری خوراک پیدا کی ہے۔ اس کے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ راجہ نے کہا کہ

**उक्षणं पक्त्वा सह ओदनेन अस्मात्कपोतात्प्रति ते न धक्षू। यस्मिन्देशे रमसेतीशश्यन तत्र मांसं शिबयस्त वहन्तु॥**

میں حکم دیتا ہوں کہ اس کبوتر کے عوض میں گائے یا بیل کا پلاؤ پکا کر اور کچا گوشت بھی جہاں تو کہے وہاں شاہی نوکر تیرے پاس پہنچا دیں۔ (ون پروہ) (اوپر شلوکوں میں "اُکشاتم" لفظ آیا ہے جس کے معنی بیل یا نا زاد گلے کے ہیں۔ جو کاٹنے کے کام میں آتی ہے)

دیکھنا چاہئے کہ شیبی راجہ باز کے لئے گوشت کی خوراک بھیجنا چاہتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اور جانوروں کو چھوڑ۔ گائے کی طرف اس کا خیال دوڑا۔ مُرغ کا گوشت یا تیتر یا بٹیر کا گوشت باز کے لئے زیادہ مناسب تھا۔ کیا گائے بیل سے راجہ کی دشمنی تھی؟ نہیں مہمان کی عزت کے لئے گائے قربان کرتے تھے۔ اور اسکا گوشت پکا کر مہمان کو کھلاتے تھے۔ اسی دستور کے موافق راجہ نے یہ حکم صادر کیا۔

Indra and Agni, these two gods descended on

the earth, assuming the form of a hawk and a pigeon respectively. The hawk pounced upon the pigeon. The pigeon found time to fall into the lap of Raja Shibi who drove away the hawk. The hawk, then, said to him that the pigeon was its natural food and demanded its surrender. The Raja offered cow flesh *pullao* and simple flesh as well in return for the pigeon. It is worth notice that on hearing the demand of the hawk, the Raja could think of nothing better to offer than cow-flesh. Why? One may enquire Was he angry with kine? No. The fact is that food containing cow flesh was considered sacred; and to show reverenee to a guest, it was given with Madhuparka to him.

अमृतं ब्राह्मणा गाव इत्येतत्त्रयमेकतः ।
तस्माद्गो ब्राह्मणं नित्यमर्चयेत यथाविधि ॥
यजुषा संस्कृतं मांसमुपभुंजन्न दुष्यति ॥

بھیشم کہتے ہیں کہ امرت - برہمن اور گائے - یہ تینوں ایک ہی ہیں - اس
لیے گائے اور برہمن کی پوجا کرنی چاہیئے - لیکن یجور وید کے حکم کے مطابق ذبح
کی ہوئی گائے کا گوشت کھانے میں کوئی گناہ نہیں - مگر ناجائز گوشت کھانا
" ایسا ہے جیسا کہ اپنے بچے کا گوشت کھانا - (انوپروہ صفحہ ۱۶۲)

Cows and Brahmins ought to be respected, but eating of Cow flesh according to the orders of Yajur Veds is quite legal

یودھشٹھر کے سوال پر بھیشم نے کہا کہ بیشک گوشت سے زیادہ اور کوئی چیز مزہ دار نہیں۔ بیماروں۔ زخمیوں۔ کمزوروں اور تھکے ماندے شخصوں کیلئے گوشت سے بڑھکر اور کچھ مقوی نہیں۔ یہ فوراً قوت بخشتا ہے۔ زندگی کو بڑھاتا ہے۔ اور کوئی غذا ایسی مفید نہیں۔ گوشت نہ کھانے میں بھی خوبیاں ہیں۔ مگر دھرم شاستر کی رو سے گوشت کھانا درست ہے۔ اور یہ شرتی بھی ہم سنتے چلے آئے ہیں کہ قربانی کیلئے سب جانور پیدا کئے گئے ہیں۔ اور کشتریوں کی بابت جو خاص حکم ہے وہ بھی سنو۔

वीर्येणोपार्जितं मांसं यथा भुंजन्न दुष्यति ।
आरण्याः सर्वदैवत्याः सर्वशः प्रोक्षिता मृगाः ॥

جو گوشت بہادری سے شکار میں ہاتھ لگے وہ تو کشتری کا حق ہی ہے۔ جنگلی جانور قدرتاً نذرانہ کے کام کا ہے۔ اگستی رشی قدیم زمانہ میں شکار کی بڑی عظمت کیا کرتے تھے۔ اور خود شکار کھیلتے تھے۔ اس میں کچھ بھی گناہ نہیں۔

Bhishma says " Meat is tho most relishable article of diet. There is no better tonic for the sick, the wounded, the debilitated, and the overworked, than animal food. It acts instantaneously and prolongs life. In short, there is no other food as wholesome as meat. Its use is allowed by the Vedas and the Dharma Shastra. There is a special permisson for Kshatriyas regarding the meat obtained by them in

shooting. The forest game is a ready sacrifice without any scruple. In ancient times the great *rishi Augusti* was a great admirer of shooting and a practical sportsman. Hunting therefore is quite legal."

# شری کرشن نے بیل مار ڈالا

**तमापतन्तं स निगृह्य शृंगयोः पदा समाक्रम्य निष्पीडयामास**

ایک دفعہ ایک بیل نے شری کرشن پر حملہ کیا۔ آپ نے اُس کو پچھاڑ ڈالا۔ اور بھیگے کپڑے کی طرح نچوڑ۔ اُس کا سینگ اُپاڑ اُسی سینگ سے اُسے مار ڈالا۔

**सुरां सुरापाः पिबत पायसं च बुभुक्षताम्।**
**मांसानि च सुमेध्यानि भक्ष्यन्तां यो यदिच्छति**

# بہشتی گوشت کا کھانا

جب بھرت مہاراج رام کو منانے کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں بھردواج مہاراج نے انکی اور انکی فوج کی دعوت کی۔ سب بہشتی سامان عیش و عشرت کا جو دنیا میں راجاؤں کو بھی میسر نہیں آسکتا موکلوں نے لا حاضر کیا۔ ہر طرف صدائیں سنائی دیتی تھیں کہ اے پیاسو سُرا (بہشتی شراب) پیو جتنی پی سکو۔ اے بھوکو۔ لو یہ قسما قسم کے پاکیزہ مزہ دار گوشت کھاؤ جتنا کھا سکو۔ (راماین۔ ۲)

**نوٹ**:۔ غور کرنا چاہئے کہ وید کے ماہر اور آریا قوم کی تہذیب اور ترقی کے زمانہ کے برگذیدہ بھردواج جیسے گوشہ نشین بزرگ تو مہمانوں کو طرح طرح کے گوشت کھلاتے ہیں۔ اور جہل اور پست ہمتی کے زمانہ کے لوگ قربانی کو ظلم اور گوشت کو ناپاک بتاتے ہیں۔ کوئی ان سے یہ پوچھے کہ دھرم کو بھردواج اچھا سمجھتے تھے یا آپ اچھا سمجھتے ہیں۔ آپ تو وید کے منتروں کے معنی بھی نہیں سمجھ سکتے معمولی سنسکرت کی معمولی کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے۔ پھر بھی قربانی کو ہنسا کہتے ہیں۔ بھردواج میں بہشتی کھانا زمین پر منگا لینے کی روحانی قوت اسی وجہ سے تھی کہ وہ یدنیہ کرتے تھے اور امرت کھاتے تھے۔ آزاد تھے۔ آزادی کے زمانہ کے پیشوا تھے آپ تو آزادی کی نعمت سے محروم ہیں۔ جو آزاد نہیں وہ آریا کہلانے کا مستحق نہیں۔ آریا کے معنی آزاد کے ہیں۔ نہ آپ آزاد ہیں نہ آپکا خیال آزاد ہے ایسی حالت میں آپ میں روحانیت کہاں سے آئے۔

Once a bull attacked Shri Krishna. He hurled it down and squeezed its contents out as playfully as those of a wet cloth and then uprooting a horn of it, killed it with that very horn.

Prince Bharata on his way to Rama paid a visit to the illustrious Bharaddwaj. The Rishi gave him and his army a hearty welcome and entertained them all with heavenly wines and luxurious food. They were invited to drink choice wines and eat various delicious meat dishes. Great, indeed, is the contrast between the learned Bharaddwaj and those who consider meat eating a curse I wonder who knows the tenets of the Vedas better. The old rishi of the days of freedom and learning of the Aryan race or the people of to day who pride in epithets and names and

are without knowledge of the Vedic Mantras?

येषां गृहशिष्टानां सक्तुमत्स्याशिनां तथा
पीत्वा सीधु सगोमांसं क्रन्दन्ति च हसन्ति च ॥

مدر دیش کے باشندوں کی مذمت میں کہتا ہے کہ یہ لوگ ستو اور مچھلی ملا کر کھاتے ہیں۔ اور شراب پی کر گائے کا گوشت کھاتے ہیں۔ وغیرہ۔
(کرن پروہ)

Complains against the inhabitants of Madra country who drink Sidhu liquor and eat cow flesh.

ईजे श्वमेधैर्विश्वजमीश्वरं
मख्रा त्रिभूरयोपपत्तितांगदक्षिणैः ।

راجہ امریشنہ نے بہت سی اشومیدھ کیں جن میں بہت دکشنہ دی اور خیرات بخشی۔

Maharaja Yayati performed sacrifices at each throw of his stick, and in this way, went on conquering till he reached the shore of the ocean. (M. B.)

शम्यापातेनाभ्यतीयाद्वेदिभिश्चित्रयन् धराम्

مہاراجہ یہ یاتی بہوشنہ کا بیٹا لکڑی کی پھینک قربانیاں کرتا چلا گیا اور سمندر تک ملک فتح کر لیا۔ (شانتی پروہ)

दशवर्षसहस्राणि वाजिमेधानथाकरोत्
अग्निष्टोमातिरात्राभ्यां गोसवैश्च महाधनैः
ईजे क्रतुभिरन्यैश्च स श्रीमानाप्तदक्षिणैः

رام مہاراج نے متواتر اشومیدھ اور واجپے یہ قربانیاں کیں جن میں بہت دولت خرچ کی۔ ان کے علاوہ گنسٹوم وغیرہ اور گوستو (گائے کی

قربانی) اندا اور اقسام کی قربانیاں کیں۔ اور ان میں بہت دولت لٹائی۔ اور بہت دکشینہ دی۔ (راماین)

The great Rama during his rule performed many horse sacrifices, and the vajapaya sacrifices spending much money. Besides these he performed Aguishtoma and Atiratha sacrifices and many Gosavas (cow sacrifices) and a number of others, giving away immence fortunes.

(Note.—It is worth while noting that Rama (an incarnation of Vishnu) himself performed cow sacrifices, what shall we say of others ?)

۳۱

मां यजस्तोऽश्वरैर्युक्तः प्रजा धर्मेण रक्षथ ॥

شری کرشن وشنو ہدایت کرتے ہیں کہ میرے حضور میں قربانیاں کرتے رہو

نوٹ ۔ کیا اچھا ہو کہ لوگ اس حکم کی متابعت کرنا شروع کر دیں۔ اور قربانیاں کیا کریں۔

पितामहस्य ते यज्ञे राजसूये महात्मनः ।
बांधवा परिचर्यार्थं तस्याप्यन्येभवन्त्वमा ।

भक्ष्ये शालिमांसानि —

رانی دروپدی اون پروہ میں اشومیدھ۔ راجسویہ۔ پنڈریک اور گوتقو

دگائے کی قربانی کرنے کی ترغیب دیتی ہیں ۔ راجہ یودھشٹھر نے اشومیدھ
راجسویہ وغیرہ قربانیاں کیں ۔ چنانچہ شوکہ آچاریہ فخراً پرکیشت راجہ سے
اس کا تذکرہ کرتے ہیں ۔ جن میں شری کرشن مہمان نوازی کی خدمت پر مامور
تھے ۔ ہزار رشی اور لاکھوں برہمن مہمان تھے ۔ ان قربانیوں میں بہت جانور
ذبح کئے گئے ۔ (بھاگوت پران)

Rani Draupadi induces Yudhislethira to perform the ashvmadha (horse). the gooava (cow) and other socrifices after a good deal of pressure he performed many of them successfully

اجگر منی ایک مشہور پرہیزگار سالک اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ میں گوشت
اور چاول (پلاؤ) اور اور ہر قسم کے گھٹیا بڑھیا کھانے کھاتا رہتا ہوں ۔
(شانتی پروو)

Ajgar *Muni* of established reputation for piety says " I eat meat and rice as well as other superior and inferior articles of food "

चरन् मृगयां क्वापि ह्यमारुह्य सैन्धवम् ।

घ्नन्नत तत: पशून्मेध्यान्पार्श्वस्थ वदूपुसवे: ॥

شری کرشن سندھی گھوڑے پر سوار پاکیزہ جانوروں کا شکار کھیلا کرتے
تھے ۔ (بھاگوت ۱۰)

یودھشٹھر نے پوچھا کہ یوگی کو یوگ میں ترقی کرنے کے لئے کیا خوراک کھانی
چاہئے ۔

स्वमानभवि का मांसं समतं मनुजेश्वर ।

उपाप्य सम्यक् युदारमा योगी मलमवाप्नुयात् ॥

بھیشمہ نے جواب دیا کہ جو کوئی یوگ پر عمل کرنا چاہے۔ اسکو ترک حیوانات کرنا چاہئے۔

**نوٹ** :- قربانی کرنا اور گوشت کھانا تو ویدک دھرم ہے۔ یوگی تو ویداور دھرم دونوں سے علیحدہ ہے۔ اس لئے نہ وہ قربانی کرتا ہے نہ گوشت کھاتا ہے۔ بھیشمہ کا جواب شری کرشن کے یوگ کے موافق نہیں ایکا یوگی تو

सर्वं भक्षोऽहि युक्तात्मा नादत्ते मलमण्वपि

سب کچھ کھائی لیتا ہے۔ پھر بھی آگ کی طرح پاک و صاف رہتا ہے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

ایسی صورت میں یوگی کو ہنسا اور اہنسا میں فرق نہ کرنا چاہئے۔ گوشت اور ترکاری دونوں کو ایک تصور کرنا چاہئے۔ گائے اور بکری۔ گاجر اور مولی میں فرق نہ کرنا چاہئے۔ یوگی ہنسا کرنے والے کو گنہگار تصور نہیں کرتا۔ اور نہ ذبح کئے ہوئے جانور کو مُردوں میں شمار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

य एनं वेत्ति हन्तारं यश्चैनं मन्यते हतम् ।
उभौ तौ न विजानीतो नायं हन्ति न हन्यते ॥

جو کوئی یہ خیال کرے کہ اس نے مارا۔ اور جو کوئی یوں کہے کہ وہ مر گیا۔ یہ دونوں جاہل ہیں۔ نہ کوئی کسی کو مارتا ہے اور نہ کوئی کسی کے مارنے سے مرتا ہے۔ مخلوقات خود دوڑی ہوئی ویراٹ (پرمیشور) کے دانتوں اور جباڑوں میں گھسی اور پسی چلی جاتی ہے۔ (بھگود گیتا)

वक्त्राणि ते त्वरमाणा विशन्ति दंष्ट्राकरालानि भयानकानि ।

ایسی صورت میں سمجھ دار لوگوں کو چاہئے کہ قربانی کو ہنسا نہ کہیں۔ اور خود گوشت کھائیں یا نہ کھائیں۔ اوروں کو کھاتے دیکھکر نہ کڑھیں۔

# گنگا کی پوجا میں گوشت کا نذرانہ

सुराघटसहस्रेण मांसभूतौदनेन च ।
यक्ष्ये त्वां प्रीयतां देवि पुरीं पुनरुपागता ॥

جب رام جلاوطن ہو کر جا رہے تھے۔ راستہ میں گنگا کو عبور کرتے وقت رانی سیتا نے گنگا کی پوجا کی اور منت مانی کہ اے دیوی تیری برکت سے جب ہم صحیح سلامت لوٹیں گے ہیں سُرا شراب کے ایک ہزار گھڑے اور گوشت پڑے چاول (پلاؤ) تیری نذر کروں گی۔ (راماین-۲-۵۲)

गृहीत्वा सुमनसो मन्त्रपूता जनाधिप ।
मोदकैः पायसेनाथ मांसैश्चोपाहरद्बलिम् ॥

شیو کی پوجا کرنے کے لئے راجہ یودھشٹھر پڑھے ہوئے پھول۔ لڈو۔ دودھ اور قسما قسم کے گوشت لیکر حاضر ہوا۔

Raja Yudhishthira brought out flowers, sweets, milk, and various kinds of flesh and meat purified with incantations, to worship the god Shiva.

येन वर्षशतं साग्रमात्ममांसैर्हुतोऽनलः ।

راجہ شت مکھ کی تعریف میں ہے کہ اس نے سو برس سے اوپر اپنے جسم کے گوشت کا ہون کیا۔

Raja Shatamukha is extolled for having given to fire offerings out of his own flesh for a period of over a hundred years.

[illegible] ।

مشہور مصنف بھوبھوتی کی کتاب مالتی مادھو سے پایا جاتا ہے کہ انسان کا گوشت ہون کے لئے بکا کرتا تھا۔ خیال یہ تھا کہ انسان کے گوشت کے نذرانہ سے مراد جلد میسر آتی ہے۔

چنانچہ جب مادھو عاشق کو مالتی معشوقہ کے وصال میں مایوسی ہوئی تو اس نے عزم کیا کہ میں بھی انسان کا گوشت (مہا مانسم) بیچنا اختیار کرتا ہوں۔ اور شروع کرتے ہی وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوگیا۔

We learn from the "Malati Madhava" of the learned Bhava Bhooti that man's flesh was sold publicly for offerings. The lover Madhava being disappointed in love, determines to sell human flesh, so that he may sooner be successful

साज्येन पायसेनैव मधुना मिश्रितेन च ।
भक्ष्यमूलैः फलैश्चैव मांसै वाराह हारिणैः
मांसप्रकारैर्विविधैः खाद्यैश्चापि तथा नृप ॥

جب سبھا کا مکان تیار ہوگیا تو راجہ یودھشٹر نے لکھو کھا برہمنوں کو کھانا کھلایا۔ کھانے میں گھی۔ شہد۔ دودھ۔ ترکاریاں۔ سور کا گوشت ہرن کا گوشت اور اور کھانے پینے کی چیزیں اور طرح طرح کے گوشت وغیرہ موجود تھے۔

*Brahmins eat all sorts of animal food.*

When the Sabha got ready, Yudhishthira gave a grand dinner to lacs of Brahmins. There among other luxuries provided, were dishes of sorts of ham and pork, venison, flesh and meat of all type.

[illegible]यामा[illegible]न्यांश्च समर्चयन् ।

बुभुजे देवसात्कृत्वा शूल्यमुख्यं च [illegible]न् ।

رام مہاراج نے رگوید - یجروید - اور سام وید کے عال عالموں کو کھلا کر
اور دیوتاؤں کو نذرانہ دیکر بچا کھچا سیخ پر سینکا ہوا اور برتن میں پکایا ہوا
گوشت آپ نوش کیا -

Having entertained the learned men in *Rigveda* Yajur Veda and Sama Veda with dinner, Rama ate the remaining crumbs of the roasted and the cooked meat himself

[illegible] देवताः ।

आः[illegible] [illegible] विभ्यत्य[illegible] दिशः ।

ایسا نرم گوشت جو ہونٹوں سے چب جاتے رام کے مہمان دیوتا کھاتے
ہیں - اور راکشس لوگ دھکے کھاتے ہیں - اور ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے
ہیں -

Such soft and fine meat as could be masticated with lips, is enjoyed by the devotees, the friends of Rama; while the Rakshasas, his enemies, run away for fear of him.

## جانور ذبح کرنیکا تیسرا اور چوتھا موقع

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جانور ذبح کرنے کے لئے چار موقعے مقرر ہیں جن میں
سے دو یعنی مدھوپرک اور قربانی کی کیفیت مختصراً بیان کی جا چکی ہے اب باقی
دو یعنی شرادھ اور دیوتاؤں کے نذرانہ کی بابت چند سطریں لکھی جاتی ہیں -

شرادھ - شردھا کے معنی یقین اور اعتقاد کے ہیں جس عمل کی بنیاد اعتقاد پر ہو اسکو شرادھ کہیں گے - اس لئے بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے جو کھانا کھلایا جائے اسکو بھی شرادھ سے تعبیر کریں گے - (اس لفظ کا مادہ اور معنی جو ہم نے یہاں لکھے ہیں - وہ بالکل قیاسی ہیں - ڈکشنری میں نہیں ملے)

It has already been said above that animals are to be sacrificed on four occasions only. The first two, Madhuparka and Yednya have briefly been described. Now the remaining :two, Shradh and Daivata-karma, remain to be touched upon.

*Shraddhum.*—This word seems to have been derived from Sharaddha, which means belief or conviction. From this form the noun Sharadhum Technically it means that food, etc, which is given away with the conviction that the dead are benefited thereby.

## شرادھ کے ساتھ گوشت کا لزوم

पितॄणां मासिकं श्राद्धमन्वाहार्यं विदुर्बुधाः।
तच्चामिषेण कर्तव्यं प्रशस्तेन प्रयत्नतः॥

باپ دادا کا ماہواری شرادھ جہاں تک ہو سکے نفیس تازے گوشت کے ساتھ ہونا چاہئے - (منو - ۳)

"The monthly Shraddh food for the ancestors, as far as possible, should be given with the best meat dishes. Various sorts of eatables, roots, fruit delicious meat of all sorts of animals, and fragrant drinks should be provided at the Shraddh dinner.

# گائے کے گوشت کا شرادھ

یودھشٹھر نے پوچھا کہ بزرگوں کے شرادھ میں کونسا کھانا ایسا ہے جس کا ثواب جاری رہتا ہے۔ بھیشم نے کھانوں اور گوشتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوتے گائے کے گوشت کا ثواب ایک سال کا بتایا۔ (انوپروہ)

ایسے ہی منو میں بھی گائے کے گوشت کے کھانے کا ثواب ایک سال کا ہے۔ (منو ۳)

संवत्सरं तु गव्येन पयसा पायसेन च ।

گائے کے گوشت۔ دودھ۔ اور دودھ کی تیار کی ہوئی چیزوں کا ثواب ایک برس رہتا ہے۔ اور گوشتوں کی تفصیل یہ ہے۔ مچھلی دو ماہ۔ ہرن تین ماہ۔ مینڈھا چار ماہ۔ پرند پانچ ماہ۔ بکرا چھ ماہ۔ چیتل سات ماہ۔ ایننہ ہرن آٹھ ماہ۔ رورو ہرن نو ماہ۔ سور اور بھینس دس ماہ۔ خرگوش اور کچھوا گیارہ ماہ۔ سرخ رنگ کا بکرا اور مہاشلکہ مچھلی اور جنگلی غلہ۔ ان کا ثواب جاری رہتا ہے۔ (منو ۳)

## Cow Flesh and Shraddh.

Yudhishthira wanted to know the food of which the benefit would accrue to the dead While giving details Bhishma said the benefit of the cow flesh lasted only twelve mouths and that of others, as under—

Fish : two months Antelope : three months Sheep : four months Birds : five months. He-goat six months. Chetal seven mouths. Buck : five months Boar and buffalo : ten months. Rabbit and

tortoise : eleven months. Red goat, Mahashalka fish and wild grain for always.

# شرادھ اور نذرانہ کی مثالیں

रोदिमां ज्ञाति बोद्धृत्य पेशी कृत्वा महः यशाः।
शकुनाय बद्दो रामो रम्ये हरितशाद्वले।

رام نے گوشت کا قیمہ کر کے شرادھ کیا - (رامائن ۳-۶۳)

स एकदाष्टकाश्राद्धे इक्ष्वाकुः सुतमादिशत्।
मांसमानीयतां मेध्यं विकुक्षे गच्छ माचिरम्।

راجہ اکشواکو (بانی سورج ونس مورث اعلےٰ رام مہاراج) نے شرادھ کے لئے گوشت منگوایا - (بھاگوت - ۹)

ऐणेयमांसमाहृत्य शालां यक्ष्यामहे वयम्
कर्तव्यं वास्तुशमनं सौमित्रे चिरजीविभिः।
मृगं हत्वानय क्षिप्रं लक्ष्मणेह शुभेक्षण॥
कर्तव्यः शास्त्रदृष्टो हि विधि धर्ममनुस्मरन्॥

جب بن میں رہنے کے لئے جھونپڑیاں تیار ہو گئیں - تو رام نے لکشمن سے کہا کہ چلو ہرن کا گوشت لائیں - اور واستو دیوتا کو نذرانہ دیں - جاؤ اور ہرن مار لاؤ - شاستر کے حکم کے مطابق رسم ادا کرنی چاہئے - دھرم کو بھولنا نہیں چاہئے -

**نوٹ**:- دیکھئے ایک وہ زمانہ تھا کہ معمولی سے معمولی موقع پر بھی آریہ لوگ دھرم کو نہ بھولتے تھے - مصیبت میں دھرم کو یاد رکھتے تھے - جنگل میں جنگلی جانوروں کو قربان کرتے تھے - اسی گوشت کا نذرانہ دیتے تھے - خود بھی وہی

کھاتے تھے۔ جب دھرم چھوڑ بیٹھے اور تن آسانی اختیار کرلی اور آزادی کھوکر
اوروں کے تابعدار بن گئے۔ تب گاؤزبان جیسے نام سننے سے بھی کانپنے لگے
اور اُسوقت کو بھول گئے جب اُن کے بزرگ گائے کے سرا در پتے ہیں سے
گورو چنا پتھر نکال کر استعمال کیا کرتے تھے۔ کھڑکی کو گوا کشہ اور گرُدگاؤ کو
گوکمھ کہا کرتے تھے۔

**لطیفہ**۔ ایک دفعہ بچپن میں مجھے ایک نسخہ بندھوانے کے لئے اپنے پڑوسی
پنساری کی دوکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اُسے نسخہ پڑھ سنایا۔
"گاؤزبان" نام سُنکر لالہ شیودی مل نے کہا "چھی چھی۔ یہ کیا پڑھ دیا۔ میاں
کہزبان کہو۔ تم تو دوا کا نام بھی ٹھیک نہیں پڑھ سکتے" وہ غریب پنساری
تو سیدھا سچا آدمی تھا۔ اور اصلی حالات سے ناواقف تھا۔ اب تو لکھے پڑھے
لوگ۔ پُرانے حالات اور آریہ دھرم سے واقف بھی گوشت کے نام سے گھبراتے
ہیں۔ اور قربانی کا ذکر سُن کر آگ بگولہ ہوجاتے ہیں۔ اور گوشت کھانیوالی دُنیا
کو ملیچھ (خبیث) کہتے ہیں۔ گویا اپنے دھرم اور بزرگوں پر دھبہ لگاتے ہیں
نہ مذہبی اصول پر چلتے ہیں نہ طبی پر۔ مذہب تو جابجا قربانی کا حکم دیتا ہے۔
گوشت کو حلال بتاتا ہے۔ طب بھی جیسا کہ بزرگ بھیشمہ نے کہا۔ گوشت کو بہترین
غذا بتاتی ہے۔ انسان کے لئے گوشت جیسی اور کوئی مقوی خوراک نہیں۔ گوشت
تندرستی کا مددگار ہے۔ اسی لئے دھرم بھی اس کا طرفدار ہے۔ غرض یہ ہے کہ
قربانی کرنا اور گوشت کھانا دونوں دھرم کے کام ہیں۔ جو قربانی نہیں کرتا وہ بھی
گنہگار ہے۔ اور جو قربانی کا گوشت نہیں کھاتا وہ بھی گنہگار ہے۔

## ہوی کے معنی اور اُس کا استعمال

ہو کے معنی بُلانے کے ہیں۔ اور دیوتاؤں کو نذرانہ دینے کے۔ اسی مادہ سے
ہَوی اسم بنایا گیا۔ چونکہ آگ کا شعلہ اوپر کو اُٹھتا ہے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوا

کہ آگ کے ذریعہ سے نذرانہ اوپر چلا جاتا ہے - اسی لئے آگ کو ہویہ واہن کہتے ہیں - واہن کا مادہ وہہ ہے - اردو میں بہنا - پنجابی میں وگنا کہتے ہیں - یہی مادہ انگریزی لفظ ویگن (گاڑی) کا ہے - اور جرمن لفظ بہن کا - وَہہ تی ودھی ہُوتَمْ یا ہویہ یعنی - ہوی باقاعدہ دیئے ہوئے نذرانہ کو لے جاتی ہے پیش کرتی ہے -

अग्नौ प्रास्ताहुतिः सम्यगादित्यमुपतिष्ठते ।
आदित्याज्जायते वृष्टिर्वृष्टेरन्नं ततः प्रजाः

آگ میں درست طور پر ڈالی ہوئی ہوی سورج کو پہنچتی ہے - سورج سے بارش پیدا ہوتی ہے - اور بارش سے اناج پات - اور اناج پات سے مخلوقات - (منو - ۳)

अग्निहोत्रेषु सत्रेषु क्रियासु च मखेषु च ।
वेदोक्तेन विधानेन मयि यद्धूयते हविः ॥
देवता पितरश्चैव तेन तृप्ता भवन्ति वै ।
देवताः पितरश्चैव भुंजते मयि यद्धुतम् ।
देवतानां पितॄणां च मुखमेतदहं स्मृतम् ॥

اگنی کہتی ہے کہ اگنی ہوتر کی رسم میں - قربانی میں - مذہبی رسومات میں - قربانی میں جو کچھ وید کے حکم کے لئے مجھ میں ڈالا جاتا ہے (میری نذر کیا جاتا ہے) اس سے دیوتا اور آباؤ اجداد سب تشفی پاتے ہیں - اور جو کچھ مجھ میں ہون کیا جائے اسکو نوش کرتے ہیں - میں ہی دیوتاؤں اور آباؤ اجداد کا مُنہ ہوں -

## ہوی کی ترتیب

अग्नेः सोमयमाभ्यां च कृत्वाप्यायनमादितः ।
हविर्दानेन विधिवत्पश्चात्सन्तर्पयेत्पितॄन् ॥
अग्न्यभावे तु विप्रस्य पाणावेवोपपादयेत् ।

سب سے پہلے اگنی اور سومہ - اور یمہ دیوتاؤں کا پیٹ بھر دینا چاہئے - اسکے

بعد آباؤ اجداد کا نذرانہ دینا چاہیے۔ لیکن اگر آگ میسر نہ آئے تو ہوی برہمن کو دے دی جائے۔ کیونکہ برہمن اور آگ دونوں ایک ہی ہیں۔

## ہوِی کے لائق اشیأ

मुन्यन्नानि पयः सोमो मांसं यच्चानुपस्कृतम् ।
अक्षारलवणं चैव प्रकृत्या हविरुच्यते ॥

جنگلی اناج۔ دودھ۔ سوم۔ تازہ گوشت۔ کانی نمک۔ یہ سب چیزیں قدرتی ہوِی ہیں۔

**نوٹ**۔ قدیم یہودیوں میں بھی ہوِی کی رسم تھی۔ اُستاد فردوسی نے اپنی کتاب یوسف زلیخا میں یوں روایت کی ہے۔

چنان بود آنگاہ آئین و رائے ۔۔۔ ہر آنکش بُدے حاجتے باخدائے
شدے نزد و بر عادت دلپسند ۔۔۔ بسے گاؤ کشتے بسے گوسپند
بسے دیگر بریاں ازاں ساختے ۔۔۔ یکے خوان زیبا بہ پرداختے
ببردے بجائیکہ آن جا بگاہ ۔۔۔ پرستشگہے بود بہر الٰہ
نشان پذیرفتش آں بُدے ۔۔۔ کہ از آسماں آتشے آمدے

بخوردے ازاں خوان قرباں بسے
بخوردند آن ماندہ را ہر کسے

یہودی بزرگ تصور کرتے تھے کہ نذرانہ کا کچھ حصّہ آسمانی آگ قبول کر لیتی ہے ہندی آریہ آگ میں ہوِی ڈالتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ دیوتاؤں کو پہنچتی ہے غرض ان دونوں پُرانی قوموں میں آگ کے ذریعہ سے نذرانہ دینے کا رواج تھا صرف آسمان و زمین کا فرق تھا۔ وہاں آسمانی آگ نذرانہ لینے نیچے اُترتی تھی یہاں زمینی آگ نذرانہ کو اوپر لے جاتی تھی۔

جیسے یہودیوں میں یہ رسم بند ہو گئی۔ ویسے ہی ہندی آریوں میں ویدک

ہونکو توڑنے والے لوگ کہنے لگے۔

नह्यग्निमुखतो भगवान्सर्वयज्ञभुक् ।
इज्येत हविषा राजन्यथा विप्रमुखे हुतैः ॥

بھگوان جو قربانیوں کو نوش فرماتا ہے۔ آگ میں ڈالی ہوئی ہَوی سے ایسا خوش نہیں ہوتا جیسا کہ برہمن کے منہ میں ڈالے ہوئے لقمہ سے۔ (بھاگوت پران نمبر ۷)

# ہَوی کا فائدہ

بھگود گیتا میں وارد ہے کہ نیک بندے ہَوی دیگر قربانی کا بچا کھچا نوالہ کھا کر تمام گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جو نذرانہ نہیں دیتے اور اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں۔ وہ تو گناہوں سے پیٹ بھرتے رہتے ہیں۔

मोघमन्नं बिन्दति अप्रचेताः । — ایسے ہی وید میں ہے۔

सत्यंब्रवीमि वध इत्स तस्य नार्यमणं पुष्यतिनो सखायम् । केवलाघो भवति केवलादी ॥

جو آدمی دھرم کی طرف توجہ نہیں کرتا اُس کا کمانا۔ کھانا کسی کام کا نہیں اسکی زندگی فضول ہے۔ میں سچ کہتا ہوں وہ قتل کر دیئے جانے کے لائق ہے نہ تو وہ اپنے آباؤ اجداد کو ثواب پہنچاتا ہے۔ نہ اپنے دوستوں کو مدد دیتا ہے اکیل کھرا صرف گنہگار کا گنہگار ہی رہتا ہے۔

# قربانی اور اُسکے بند ہونے پر ایک سرسری نظر

گذشتہ حالات کے پڑھنے اور اُن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترتیباً یہ

مددگاروں کو سلطنت کی سلطنت بخش دیتے ہیں۔ اب یودھشٹھر راجہ کو دیکھو۔ اسکو یہی خیال پریشان کئے تھا۔ کہ قربانی بہشت وغیرہ حاصل کرنے کی امید میں کیجاتی ہے۔ اور اس میں ہنسا ہوتی ہے۔ اسکی کیا ضرورت ہے۔ کیا کوئی قربانی ایسی بھی ہے جو صرف دھرم کے لئے ہو اور جس میں ثواب کی امید نہ ہو۔ اور دکشینہ نہ دینی پڑے۔ دکشینہ کیوں دی جائے۔ اور کیوں اتنی بہت دی جائے۔ اس کو یہ برتاؤ دھرم کا سا معلوم نہ ہوتا تھا۔ پس قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جو جوش اور سچائی دشرتھ کے دل میں تھی وہ یودھشٹھر کے وقت میں پاسنگ بھر بھی نہ تھی۔ جن کتابوں کے پڑھنے کا مجھے موقع ملا۔ ان میں برہمنوں اور کشتریوں ہی کے حالات مندرج ہیں۔ بنیوں کا کہیں تذکرہ نہیں۔ برہمن اور کشتری دونوں ملکر حکومت کرتے تھے۔ کشتری لکھنے پڑھنے اور دھرم کے جاننے کے لئے برہمنوں کے محتاج تھے۔ وزارت اور اور بڑے بڑے عہدے برہمنوں ہی کو ملتے تھے۔ سپاہگری کا کام کشتری کرتے تھے۔ بنیوں کا کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ تجارت پیشہ تھے۔ اور جانوروں کا پالنا اور کاشتکاری بھی انہیں کے ہاتھ تھی۔ راجاؤں کو روپیہ پیسہ انہیں سے ملتا تھا۔ مہابھارت میں ایک معتبر روایت ہے کہ کشتری سُرخ و سفید رنگ کے تھے۔ اور برہمن سفید رنگ کے۔ اور بنئے زرد رنگ کے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ملکوں کے رہنے والے تھے۔ انقلابات سے یکجا جمع ہوگئے۔ اور آب وہوا کے لحاظ سے رنگ بدل گئے۔ مگر اب بھی بنئے بالعموم زرد رنگ کے دکھائی دیتے ہیں۔ مذہبی قانون تینوں فرقوں کا ایک ہی تھا اور قربانی کا حکم ان تینوں کے لئے یکساں ہے۔ غرض یہ ہے کہ جب تک کشتری غالب رہے وید کے احکام کی تعمیل ہوتی رہی۔ اور جانوروں کی قربانی خود برہمن علماء اپنے ہاتھ سے کرتے رہے۔ وہی جانوروں کو مارتے کاٹتے تھے۔ اور وہی نذر و نیاز کی رسومات پوری کرتے تھے۔ جب کشتریوں نے یوگ کی پیروی کی اور ویدک دھرم چھوڑ دیا۔ تب ویدنیہ پھیکی پڑ گئی۔ جوش و خروش جاتا رہا۔

بجائے تلوار و کمان کے مالا اور کمنڈلو نے ان کے ہاتھ میں جگہ پائی۔ سینہ نادر لڑائی کے میدان میں دشمن کو بلانے کے لئے شیر کی طرح غرّانا) کی جگہ جپ اور منتروں کی جھاڑ پھونک بھائی۔ تب برہمنوں کی چڑھ بنی۔ جیسا موقع دیکھتے تھے ویسا ہی دھرم کو بدل دیتے تھے۔ اپنے اختیار اور مذہبی امامت کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ یہی وجہ ہوئی کہ دھرم شاخ در شاخ ہو گیا۔ اور اصل سے دُور ہٹتا گیا۔ اور ویدوں کے لانے بانے سے پہلے کی حالت کی طرف عود کرتا گیا۔ لوگ اور رسم و رواج کے پیرو لوگ برہمنوں کی مذمت کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ چور ہیں امیروں کی جیبیں کاٹنے کے لئے یہ قربانیاں انہوں نے ایجاد کی ہیں۔ چنانچہ بنارس کا یوگی بنیا تلا دھار نام کہتا ہے۔

नमो ब्राह्मणयज्ञाय येव यज्ञविदो जनाः ।
स्वयज्ञं ब्राह्मणा हित्वा क्षात्रयज्ञमिहास्थिताः ॥

برہمنوں نے برہمن یدنیہ چھوڑ دی اور کشتری یدنیہ اختیار کر لی۔ میں تو برہمن یدنیہ کی عظمت کرتا ہوں۔ کشتری یدنیہ تو لٹیروں نے وید کو بگاڑ کر ایجاد کی ہے۔ (شانتی پروہ نوکشتہ صفحہ ۳۶۱)

تلادھار کے ہم خیال لوگ اپنے تمام آباؤ اجداد اور فاتح راجاؤں۔ بزرگوں اور علما، کو چور اور ٹھگ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جانور ذبح کئے۔ گوشت کھائے اور کھلائے۔ اور ان کو وید کے معنوں سے ناواقف بتلاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جانور ذبح کرنے کی رسومات جاری کیں۔

"مہابھارت میں مذکور ہے کہ راجہ ہی اچھے وقت اور بُرے وقت کا سبب ہے راجاؤں کی بھلائی سے ستیہ یگ ہو جاتا ہے۔ اور انہیں کی غفلت سے کلی کا زمانہ آجاتا ہے۔ یعنے جب راجہ دھرم کے کام کرتا ہے تب لوگ بھی اسکے ڈر کے مارے دھرم کے پابند رہتے ہیں۔ اور گناہ پیدا نہیں ہونے پاتا تب ستیہ یگ ہو جاتا ہے۔ اور جب راجہ غافل اور بُرا ہوتا ہے۔ تو رعایا بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے

اور مملکت میں گناہ پھیل جاتا ہے۔ اور کلی کا وقت آجاتا ہے۔

پہاڑوں میں پھرتے پھرتے جب ہنومان سے بھیم سین کی ملاقات ہوئی تب بھیم نے اس سے چاروں یگوں کی کیفیت پوچھی۔ ہنومان نے یوں بیان کی۔ (وَن پروہ)۔ (۱) کرت یوگ میں ہر کوئی اپنا اپنا فرض ادا کرتا تھا۔ دھرم کمل تھا کوئی نقص یا خامی اس میں نہ تھی۔ باشندے بھی اس یُگ کے کامل تھے دنیا معمور تھی۔ آدمی ایک ہی طرح کا تھا۔ دیو۔ دانوا گندھروہ وغیرہ کی تفریق نہ تھی خرید وفروخت کا مشغلہ نہ تھا۔ نہ سام وید تھا نہ رگ وید تھا۔ نہ یجور وید تھا۔ نہ چار ذاتیں (برہمن۔ کشتری۔ بنیا اور شودرا) تھیں۔ مراد حاصل کرنے کے لئے کسی کام کے کرنے کی ضرورت نہ تھی خیال آتے ہی مراد حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ اور سنیاس سب کا دھرم تھا۔ اِس یُگ میں بیماریاں نہ تھیں۔ حسد بغض نہ تھا۔ رونا دھونا نہ تھا۔ غرور اور تکبر نہ تھا۔ اور بُرائی کا خیال بھی کسی کو نہ آتا تھا لڑائی جھگڑا نہ تھا۔ تاسف نہ تھا۔ رشک اور جلن نہ تھی۔ تب صرف برہما ہی لوگوں کا ماوا و ملجا تھا۔ اور اس یُگ میں برہما ہی سب کی جان سفید رنگ کا تھا۔ تب برہمنوں۔ کشتریوں اور بنیوں کا فرض علیحدہ علیحدہ ظاہر تھا۔ اور ہر کوئی اپنا اپنا فرض منصبی ادا کیا کرتا تھا۔ سب ایک دیوتا کو مانتے تھے۔ اور سب ایک طرح کی پُوجا کیا کرتے تھے۔ گو ہر اک کا دھرم علیحدہ علیحدہ تھا۔ مگر وید ایک ہی تھا۔ اور چار آشرم کی شرائط کے مطابق بلا آرزوئے ثواب عبادت کیا کرتے تھے۔ اور نجات پاتے تھے۔ دھرم کے چاروں پیر ثابت تھے۔ یہ تعریف تھی کُرت یُگ کی۔ تین گنوں (دھرم۔ ارتھ۔ کام) کو کوئی نہ جانتا تھا۔ اس کے بعد (۲) تریتا یُگ آیا۔ اور قربانی شروع ہوئی۔ اس سے دھرم کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور وشنو نے سُرخ رنگ اختیار کیا۔ تب بھی لوگ صدق پسند تھے۔ اور طرح طرح کی عبادات اور قربانیاں کیا کرتے تھے۔ دنیوی امور میں مشغول رہتے تھے۔ تین گن (دھرم۔ ارتھ۔ کام) حاوی تھے۔ عبادات و خیرات صلہ حاصل کرنے کی امید میں کرتے تھے۔

اپنے دھرم میں راسخ تھے۔ دھرم کو نہ چھوڑتے تھے۔ (۳) دواپر گیا میں دھرم کی دو ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ اور وشنو نے پیلا رنگ اختیار کیا۔ اور وید چار ہو گئے کوئی چتر ویدی کوئی تری ویدی کوئی دو ویدی۔ کوئی ایک ویدی۔ کوئی بغیر وید کے کہلانے لگے۔

اس طرح جب شاستر متفرق ہو جاتا ہے تب مختلف مذاہب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور لوگ تپ اور دان کو چھوڑ کر مزہ لوٹنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ بوجہ جہالت ایک وید کے بہت سے وید لوگ بنا لیتے ہیں۔ اور حق کو چھوڑ نار استی کی راہ لیتے ہیں اور جو حق کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وہ مختلف مرضوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تب طرح طرح کی عبادتیں کرنے لگتے ہیں۔ خواہشات اور مرادوں کے حصول کی تمنائیں کرتے ہیں۔ بہشت حاصل کرنے کی خواہشمند قربانیاں کرتے ہیں۔ اس طرح دواپر یگ میں پہنچکر لوگ دھرم کو بھول جاتے ہیں۔ اور (۴) کلی یگ شروع ہوتا ہے۔ اور دھرم کی تین ٹانگیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ جب ایسی حالت ہوتی ہے۔ تب وشنو کرشن (سیاہ رنگ) کیفیت میں پیدا ہوتا ہے۔ اور وید کا عمل در آمد بند ہو جاتا ہے۔ اور قربانیاں اور دھرم کے کام مفقود ہو جاتے ہیں۔ فقط

**نوٹ**۔ جب کشتری راجہ لوگ جنھوں نے ویدوں کو رواج دیا۔ اور قربانیوں کی رسم جاری کی۔ اور اور دھرم اختیار کر بیٹھے۔ تو وید کے احکام کیسے برقرار رہ سکتے تھے۔

راجہ مذہبی امور میں بالکل برہمنوں کے تابع تھے۔ برہمن جو چاہتے سکھاتے تھے جیسا موقع دیکھتے تھے۔ ویسا ہی عملدر آمد کراتے تھے۔ دھرم خود بخود بدل جاتا تھا۔ اس کی ایک تاریخی مثال راجہ ہرنیہ کشیپو اور اسکے بیٹے پرھلاد کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ برہمن کیسی کیسی ترکیبیں استعمال کیا کرتے تھے۔ ہرنیہ کشیپو بڑا مشہور اور زبردست تنکر پرست راجہ تھا۔ وشنویوں نے بہت کوششیں کیں۔ مگر وہ قابو میں نہ آیا۔ اور مذہب نہ بدلا۔ اس کا بیٹا پرھلاد کم عمر تھا۔ اس کے پڑھنے کے لئے جو استاد مقرر کئے۔ وہ

بظاہر شنکر پرست اور باطن میں وشنو پرست تھے۔ انہوں نے اپنے شاگرد کے دل میں وشنو کی عظمت بٹھادی۔ اور اس کو شنکر سے متنفر کردیا۔ ایک دفعہ راجہ نے لڑکے کا امتحان لیا تو معلوم ہوا کہ وہ وشنوی دھرم کا گرویدہ ہے۔ اور شنکر کی برائیوں سے اسکا دل بھرا ہے۔ راجہ نے استادوں کو متنبہ کیا کہ دیکھو یہ بچہ غارت ہوگیا۔ اسکو دھرم کس نے سکھا دیا۔ تم اچھی طرح اسکی نگہداشت رکھو۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وشنوی لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں۔ اور اسکو بہکاتے ہیں جب پرھلاد جوان ہوگیا۔ تب راجہ نے پھر اسکی آزمائش کی۔ اس نے کھلم کھلا وشنو دھرم کی تعریف کی۔ راجہ کے ہوش اڑ گئے۔ اور اس پر خفا ہوا۔ اور دھمکایا۔ مگر وہ اعتقاد کا ایسا پکا ہوگیا تھا۔ کہ بالکل نہ بدلا۔ آخر راجہ نے اس کے ہلاک کردیئے جانے کا حکم دیا۔ جلاد نے بہت کوشش کی مگر وشنو نے اسکو مرنے نہ دیا اور خود نصف شیر نصف انسان بن کر راجہ پر حملہ کیا۔ اور اسکو مار ڈالا۔ اس طرح اس کے ملک میں وشنوی عملداری ہوگئی۔

سورج ونشی خاندان کے راجہ کچھ عرصہ تک برہما پرست پھر شنکر پرست اور پھر وشنو پرست ہوئے۔ یہاں تک کہ رام خود وشنو کے اوتار ہو گذرے۔ اسوقت تک بھی بہشت کو بہشت مانتے تھے۔ اور بہشت حاصل کرنے کی آرزو کیا کرتے تھے۔ سنیاسیوں کے معتقد اور خود سنیاسی بننے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔ مگر ساتھ ہی اسکے امید رکھتے تھے اور ثمرہ کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وید کے حکم کے مطابق قربانیاں کیا کرتے تھے۔ اور وید کے حامی تھے۔ مگر یوگ سمادھی کے ذریعہ سے مرنے کو موجب نجات سمجھتے تھے۔ چنانچہ مشہور شاعر کالیداس رگھو ونش میں اس خاندان کے بزرگوں کی یوں تعریف کرتے ہیں۔

शैशवेऽभ्यस्तविद्यानां यौवने विषयैषिणाम् ।
वार्द्धके मुनिवृत्तीनां योगेनान्ते तनुत्यजाम् ॥

اس خاندان کے لوگ بچپن میں علم سیکھتے تھے۔ جوانی میں جوانی کا مزہ اڑاتے تھے بڑھاپے میں مُنی بنکر رہتے تھے۔ اور آخری وقت میں یوگ کے ذریعہ سے جان دیتے تھے۔

گو یہ وید کے حامی تھے۔ مگر یوگ کے مغلوب تھے۔ اس خاندان کا پہلا راجہ اکشواکو منو ہفتم کا بیٹا ہے۔ منو نے اسکو یوگ سکھایا۔ اور خود منو نے اپنے باپ وی وسوت (سورج) سے سیکھا تھا۔

مہاراجہ رام نے بھی اگرچہ وہ وید پرست تھے۔ اور وید کے حکم کی تعمیل میں گوتسوہ (گائے کی قربانیاں) اشومیدھ اور اور بہت سی قربانیاں کیں۔ آخر کار یوگ سمادھی کر کے ندی میں اتر کر بہشت کو سدھارے۔ آپکی پیروی میں ایودھیا کے باشندے بھی دریا میں اُتر کر نجات پا گئے۔ اور شہر ویران ہو گیا۔ ایسے ہی راجہ وشوامتر نے کشتری دھرم پر لعنت بھیجی۔ اور اس کو ترک کر کے برہمن بنے ان کا قول تھا۔

धिग्बलं क्षत्रबलं ब्रह्मतेजो बलं बलम् ।

دھتکار ہو اس ہمارے کشتری دھرم کو۔ براہمن دھرم ہی زبردست ہے ایسے ہی چندر ونشی راجاؤں میں یودھشٹھر راجہ کی مثال نمونہ کے لئے کافی ہے ان اوراق میں اور جگہ بھی اس کا تذکرہ ملے گا۔ جس سے معلوم ہو گا کہ وہ ویدک دھرم سے خوش نہ تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ

धिग्धिग्धात्र धर्मोऽस्तु येषां युद्धेन जीविका ।

مجھے کشتری دھرم کی حقیقت معلوم ہے۔ جس کا دارومدار لڑائی پر ہے۔ یوگ نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا تھا کہ لڑائی کے بعد جب سلطنت میسر آ گئی۔ تب بھی وہ یہ سوچ کر کہ میں نے ہنسا کی نہایت غمگین اور راج سے بیزار تھا۔ اسکی ردی حالت دیکھ کر ویاس مہاراج نے جو نصیحت کی اس کے پڑھنے سے اس زمانہ کی حالت اور خیالات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ اس لئے اسے سنئے۔

युधिष्ठिर तव प्रज्ञा न सम्यगिति मे मतिः ।
न हि कश्चित्स्वयं मर्त्यः स्ववशः कुरुते क्रियाम् ॥

ईश्वरेण च युक्तोयं साध्वसाधु च मानवः ।
करोति पुरुषः कर्म तत्र का परिदेवना ॥
आत्मानं मन्यसे चाथ पाप कर्माणमन्ततः ।
शृणुष्व यथा पापमपकृष्येत भारत ॥
तपोभिः क्रतुभिश्चैव दानेन च युधिष्ठिर ।
तरन्ति नित्यं पुरुषा ये स्म पापानि कुर्वते ॥
यज्ञेन तपसा चैव दानेन च नराधिप ।
पूयन्ते नरशार्दूल नरा दुष्कृतकारिणः ॥
असुराश्च सुराश्चैव पुण्यहेतो र्मखक्रियाम् ।
प्रयतन्ते महात्मानस्तस्माद्यज्ञाः परायणम् ॥
यज्ञैरेव महात्मानो बभूवुरधिकाः सुराः ।
ततो देवाः क्रियावन्तो दानवानभ्यधर्षयन् ॥
राजसूयाश्वमेधौ च सर्वमेधं च भारत ।
नरमेधं च नृपते त्वमाहर युधिष्ठिर ॥
यजस्व वाजिमेधेन विधिवद्दक्षिणावता ।
बहुकामान्नवित्तेन रामो दाशरथिर्यथा ॥
यथा च भरतो राजा दौष्यंतिः पृथिवीपतिः ।
शाकुन्तलो महावीर्यस्तव पूर्वपितामहः ॥

اے یودھشٹر تیری عقل ماری گئی۔ سُن آدمی خود کچھ نہیں کر سکتا۔ جو بُرا بھلا
کام ایشور اس سے کراتا ہے وہی کرتا ہے۔ ایسی حالت میں رنج کرنے کی گنجایش نہیں
لیکن اس پر بھی اگر تو اپنے آپ کو مجرم تصوّر کرے تو لے گناہوں کے کفارہ کا
طریق میں بتاتا ہوں۔ ریاضت کرنے سے قربانی کرنے سے داد و دہش سے
سب کلفت دور ہو سکتی ہے۔ قربانی ہی کی بدولت سُر اور وید پرست برخلاف

اُسرا۔ غیر وید پرست۔ مثلاً زردشت کے پیرو اور اور ویدکے نہ ماننے والے) اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے۔ اور اسی کی بدولت انہوں نے دانو الوگوں کو جیت لیا (دانوا۔ دلن کی اولاد یہ وشنو پرست نہ تھے) پس تو بھی دشرتھ کے بیٹے رام کی طرح یا اپنے پردادا بھرت کی طرح راجسویہ قربانی کر۔ اشومیدھ قربانی کر اور نرمیدھ (انسان کی قربانی) کر۔ اور بہت دکشینہ دے۔ بہت خیرات دے۔ اور بہت مصلی کھلا۔ اس سے تیرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ویاس کی اور اور بزرگوں کی نصیحت سُنکر یودھشٹھر نے شرما شرمی پردہ ڈھکنے کو قربانیاں کیں۔ شری کرشن کے مارے جانے کی خبر سُن کر پانڈووں کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور انہوں نے بھی مرنے کی تیاری کی۔ یودھشٹھر اور اس کے بھائی مع بیوی کے فقیر بن کر گھر سے نکل کھڑے ہوتے۔ اور پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے یکے بعد دیگرے کھڈوں میں گر گر کر مرتے گئے۔ اور یوگی یودھشٹھر ہر ایک کے عیب بیان کرتا گیا۔ اور ان پر ہنستا گیا۔ آخر خود بھی آکاش گنگا (آسمانی گنگا۔ غالباً گنگوتری جہاں گنگا کا منبع ہے) میں غوطہ لگا کر جسم کو چھوڑ کر بہشت میں جا پہنچا۔ آدی پرو شلوک ۵، صفحہ ۳۰۔

ایسے ہی بھیشمہ نے اپنے دھرم کی خدمت کی۔ اور اس پر لعنت بھیجی۔

धिग्धिगित्यब्रवं युद्धं क्षत्र धर्मं च भारत ।

अहो बत कृतं पापं मयेदं क्षत्रधर्मणा ॥

لعنت ہو جنگ پر اور کشتری دھرم پر وغیرہ۔ (اودیوک پروہ صفحہ ۱۴۲) مہابھارت اور بھاگوت پران میں ایسے راجاؤں کے قصے مذکور ہیں۔ جنہوں نے راج چھوڑ کر یوگ دھرم اختیار کیا۔ بہشت کو دوزخ قرار دیا۔ امیدوں اور تمنوں کو ترک کیا۔ عزت اور بے عزتی کو یکساں سمجھا۔ گناہ اور ثواب کو برابر گنا۔ بجائے غریبوں کی مدد کرنے کے خود بھیکھ کے ٹکڑوں پر جینے کو نجات تصور کیا۔ اس کے خلاف یاد رکھنے کے لائق ہے رام کے بھائی بھرت مہاراج کا مقولہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وید

اور آباؤاجداد کے احکام کی منزلت ان کے دل میں زیادہ تھی۔ جس سے انہوں نے رام مہاراج کو جنگلوں سے واپس لانے کی کوشش کی۔ اور ترغیب دیتے دیتے کشتری دھرم کی یوں تعریف کی۔

एषहि प्रथमो धर्मः क्षत्रियस्याभिषेचनम् ।
येन शक्यं महाप्राज्ञ प्रजानां परिपालनम् ॥

کشتریوں کی راجپوشی سب سے اعلیٰ دھرم ہے۔ کیونکہ اسی پر تمام رعایا کی بہبودی منحصر ہے۔ اور پھر دریوزہ گری کے خیالات کو روکنے کے لئے کیا خوب فرمایا۔

सुजीवं नित्यशस्तस्य यः परैरुपजीव्यते ।
राम तेन तु दुर्जीवं यः परानुपजीवति ॥

اے بزرگوار رام کیسی مبارک ہے زندگی ایسے بزرگ کی جسکی بدولت اور لوگ زندگی بسر کریں۔ اور کیسی ذلیل ہے زندگی ایسے شخص کی جو اوروں کا محتاج ہو۔ گر مہاراج رام پر بشوامتر کی صحبت کا بڑا اثر تھا وہ تو یہی کہتے تھے کہ

राज्यं वा वनवासो वा वने वासो महोदयः ।

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ راج بہتر ہے یا ونواس تو میں صاف کہوں گا کہ ونواس ہی بہت مبارک ہے۔

سری کرشن کی ابتدائی عمر متھرا کے قرب وجوار میں گذری اور یوگیوں کی صحبت کا اثر ان پر ایسا پڑا کہ اناالحق کا نعرہ بلند کیا۔ اور تصوف کا اعلیٰ درجہ پایا۔ اور یوگیشور (یوگ کے خدا) کہلانے لگے۔

अधिभूतं क्षरोभाव: पुरुषश्चाधिदैवतम ॥
अधियज्ञोहमेवात्र देहे देहभृतां वर ॥

کہاں تم وشنو کو اور ذریعہ سے ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ میرے پاس آؤ میں مخلوقات کی جان ہوں۔ وغیرہ (بھگودگیتا)۔ سری کرشن نے بھگودگیتا اور بھاگوت پران میں

طرح طرح سے یوگ کی خوبی دکھائی ہے۔ وید میں سے یدنیہ (قربانی) کو منتخب کیا
اور فرمایا کہ قربانی۔ خیرات اور ریاضت یہ تینوں انسان کو پاک کرتی رہتی ہیں
اس لیئے ان کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے۔ جو کوئی ان پر عمل نہیں کرتا۔ وہ بیشک گمراہ
ہے۔ شری کرشن کے وقت کے اور اب کے برتاؤ میں بڑا فرق ہے۔ اب تو لوگ
قربانی کو ہنسا کہتے ہیں۔ اور قربانی کرنے والے کو روکتے ہیں۔ یوگیوں کو دھرم۔ ارتھ
اور کام (دین و دنیا) سے کچھ واسطہ نہیں۔ اس لئے یدنیہ کو دھرم کا حقہ سمجھکر
چھوڑ دیتے ہیں۔

رامائن اور بھگوت گیتا کے زمانوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خیالات میں بہت
بڑی تبدیلی ہو گئی جس دھرم کے چھوڑ دینے کی گیتا میں ہدایت ہے۔ اسکی بابت
رانی سیتا کا مقولہ ایسا مقبول ہے کہ کبھی نہیں بھولتا۔

धर्मादर्थः प्रभवति धर्मात्प्रभवति सुखम् ।
धर्मेण लभते सर्वं धर्मसारमिदं जगत् ॥

فرماتی ہیں کہ دھرم سے ہی دولت پیدا ہوتی ہے۔ دھرم سے ہی سکھ ملتا ہے دھرم
سے کیا نہیں ملتا۔ حقیقت میں دنیا و مافیہا دھرم پر مبنی ہے۔

دیکھو ایک وہ کشتری تھے جو وید کو لاتے اور رواج دیا۔ دھرم کو دھرم سمجھا ثمرہ
کی امید میں عبادتیں کیں۔ اور بہشت حاصل کرنے کو زندگی کا مقصد سمجھا۔ مثلاً رام کہتے
ہیں۔ کہ

कस्य यास्याम्यहं लुब्धं केन वा स्वर्गमाप्नुयाम् ।

پس اگر دھرم کو چھوڑ دوں تو بہشت کی نعمت اور کس ذریعہ سے میسر آئیگی۔ دھرم ہی سے
بہشت مل سکتا ہے۔

ایسے ہی رام بھرت سے پوچھتے ہیں۔ (رامائن ایودھیا سرگ ۱۰۰)۔

कच्चित्ते सफला वेदाः कच्चित्ते सफलाः क्रियाः ।
کیا تمہارے وید مثمر ہیں۔ یعنی تم ویدوں کی مطابق قربانیاں کرتے رہتے ہو یا نہیں

تینوں آگوں کی داشت و پرداخت کرتے رہتے ہو یا نہیں ۔

**نوٹ** ۔ گارہپتیہ ۔ آہونیہ ۔ دکشنیہ ۔ ان تینوں آگوں کے رکھنے اور انکی پرستش کرنے کے مختلف طریقوں کا مجمل نام اگنی ہوترم ہے ۔ وید کا دارومدار اگنی ہوترم پر ہے ۔ یودھشٹھر نے نارد رشی سے پوچھا "کِمتم وَی سپھلا ویداہ" یعنی وید کا ثمرہ کیا ہے ۔ کب وید مثمر کہلاتے ہیں ۔ اور کب کہا جا سکتا ہے کہ ویدوں پر عمل کیا جاتا ہے ۔ رشی نے جواب دیا کہ "اگنی ہوتر پھلا ویداہ" اگنی ہوترم کی رسومات پر عمل کرنے سے وید مثمر ہوتے ہیں ۔ اگر ان پر عمل نہ کیا جائے ۔ تو ویدوں کا ماننا نہ ماننا برابر ۔ (سبھا پروہ) ۔ اگر قربانی نہ کی جاوے ۔ اور آگ میں ہوی نہ ڈالی جائے ۔ تو وید بیکار ہوتے ہیں ۔

دوسرے وہ کشتری ہوئے جنہوں نے دھرم کو چھوڑ دیئے ۔ امیدوں سے نا امید ہوئے ۔ گناہ و ثواب کی پرواہ نہ کرنے کا سبق پڑھا ۔ انہیں کے عروج سے ویدک دھرم جاتا رہا ۔ اور قربانیاں بند ہو گئیں ۔

قربانی کرنے والوں پر اور وید پر جو حملے لوگوں نے کئے ۔ اُن کی چند مثالیں فائدہ سے خالی نہیں ۔

(۱) کپلیہ منی (سانکھیا سنیاس کے گرو) قربانی کرنیوالوں کی یُوں مذمت کرتے ہیں ۔

स चापि भगवद्धर्मात्काममूढः पराङ्मुखः ।

यजते क्रतुभिर्देवान्पितॄंश्च श्रद्धयान्वितः ।

دیکھو تو اس وید پرست گھر والے کو ۔ یہ ہمیشہ شہوات نفس کا بہوت جانوروں کی قربانی کرتا ہے ۔ باپ دادا اور دیوتاؤں کا نذرانہ دیتا ہے ۔ مگر کبھی خدا کی طرف توجہ نہیں کرتا ۔ وید کا معتقد ہے ۔ یوگ نہیں کرتا جس سے خدا ملتا ہے ۔

(بھاگوت نمبر ۳)

कामिनः कृपणा लुब्धाः पुष्पेषु फलबुद्धय ।

अग्निमुग्धा धूमतांताः स्वलोकं न विदन्ति हि ॥

(۲) دیکھو یہ شہوت پرست پست حوصلہ حریص لوگ وید کے سبز باغ دیکھکر اس کے بے پھل پھولوں میں پھل کی امید باندھ کر آگ میں موئی ڈالنے میں دیوانوں کی طرح مشغول رہتے ہیں یقین جانو ان کو دھوئیں کی تکلیف برداشت کرنے کے سوائے اور کچھ کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ (بھاگوت پران نمبر ۱۱)

फलश्रुतिरियं नृणां न श्रेयो रोचनं परम्
उत्पाद्यैव हि कामेषु प्राणेषु स्वजनेषु च ॥
आसक्तमनसो मर्त्या आत्मनोऽनर्थहेतुषु ।
न तानविदुषः स्वार्थं भ्राम्यतो वृजिनाध्वनि ।
कथं युञ्ज्यात्पुनस्तेषु तांस्तमो विशतो बुधः ॥

(۳) دیکھو یہ شرتی جس میں ثواب کا نام مبارک اور بے فلاح وعدہ مندرج ہے۔ لوگوں کو ہرگز نہ سنانی چاہیئے۔ پیدائش ہی سے انسان نفسانی خواہشات اور بیہودہ شہوات میں مبتلا رہتا ہے۔ پس کیسے کوئی دانشمند۔ ایسی کمزور مخلوق کو جو خود گمراہ ہے اور زیادہ اندھیرا راستہ۔ اس شرتی جیسا۔ دکھانا پسند کریگا۔ مگر کیا کیا جائے۔ بہت سے جہلا اور کم عقل ویدوں کے وعدوں سے فریفتہ ہو کر ثواب حاصل کرنے کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن سمجھدار شخص کبھی بھی ان ثواب و ثمر کے وعدوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ (بھاگوت نمبر ۱۱)

यजन्त्यसृष्टान्नविधानदक्षिणं
वृत्त्यै परं घ्नन्ति पशूनतद्विदः ॥

(۴) یہ ناخداشناس لوگ اناج بات وغیرہ کی قربانیاں نہیں کرتے۔ جانوروں کو مارے ڈالتے ہیں۔

हिंसाविहारा ह्यालब्धैः पशुभिः स्वसुखेच्छया ।

यजन्ते देवतायैं पितृभूतपतीन्खला ।

(۵) یہ جانوروں کے کاٹنے کے شوقین بدمعاش اپنے ذاتی آرام کے لئے جانوروں کو کاٹتے رہتے ہیں۔ اور باپ دادا۔ اور دیوتاؤں کو نذرانہ دیتے رہتے ہیں۔ مجھ پرمیشور کو نہیں دیتے۔ (بھاگوت پران)

एवं साधारण देहमव्यक्तप्रभावाप्ययम् ।
को विद्वानात्मसात्कृत्वा हन्ति जन्तूनतेऽसतः

(۶) ایسے نکمے اور مجہول جسم کو روح کے برابر عزیز سمجھ کر اسکی پرورش کے لئے کون دانشمند شخص جانوروں کو ذبح کریگا۔ سوائے بدکار شخص کے۔ (بھاگوت ۱۰)

श्रीमदाद्दभिजात्यादिर्यत्र स्त्रीद्युतमासवः ।
हन्यन्ते पशवो यत्र निर्दयैरजितात्मभि ॥
मन्यमानैरिदं देहमजरामृत्युनश्वरम् ।
देवसंज्ञितमप्यन्ते कृमिविड् भस्मसंज्ञितम ।
भूतध्रुक् तत्कृते स्वार्थं किं वेद निरयो यतः ।

(۷) نارد رشی دیوتاؤں کے رشی ہیں۔ جب دل چاہتا ہے زمین پر آ اُترتے ہیں۔ کلہا پریا دلڑائی کے شوقین کہلاتے ہیں۔ پہلے برہما پرست تھے۔ پھر شنکر پرست ہوتے۔ اور جب وقت آیا وشنوی ہو گئے۔ بھاگوت پران میں پہلے تو ان کی برائی مندرج ہے۔ مگر وشنوی ہو جانے کے بعد سے تعریف۔ آپ کہتے ہیں۔ امرا دولت کے گھمنڈ اور بڑے گھرانے کے غرہ میں مخمور عیاشی کرتے ہیں۔ شرابیں پیتے ہیں اور جوا کھیلتے ہیں۔ اور اس فانی جسم کے لئے بیرحمی سے جانور ذبح کئے چلے جاتے ہیں۔ اور اسکو خداوند کہلواتے ہیں جو دراصل پاخانہ اور راکھ اور کیڑوں پر مشتمل ہے۔ ایسے جسم کو موٹا کرنے سے کیا ملیگا۔ جہنم اور کچھ نہیں۔ اس بُری طرح سے قربانی کرنے والوں کا مضحکہ اڑا کر نارد رشی ان کو یُوں بددعا دیتے ہیں۔

असतः श्रीमदांधस्य दारिद्रं परमांजनम् ।

आत्मौपम्येन भूतानि दरिद्र परमीक्षते ॥

(۸) ایسے بدکردار اور دولت کے نشہ میں چور اندھے راجاؤں کے لئے افلاس ہی عمدہ سُرمہ ہے۔ اس سے انکی آنکھیں کھلیں گی۔ کیونکہ مفلس ہی اپنے اوپر قیاس کرکے اوروں کو شفقت سے دیکھتا ہے۔

رشی ممدوح تو بددعا دیکر آسمان کو سدھارے اور وہاں بیٹھے ہوئے دیکھتے ہوں گے۔ اور کہتے ہوں گے۔ خوب ہوا کہ کشتری سلطنت کھو بیٹھے اور قربانیاں بند ہو گئیں۔ ع آن قدح بشکست وآں ساقی نماند۔

यथा पङ्केन पङ्काम्भः सुरया वा सुराकृतम् ।
भूतहत्यां तथैवैतां न यज्ञैर्माष्टुमर्हति ॥

(۹) جیسے کیچڑ ملانے سے گدلا پانی صاف نہیں ہوتا۔ جیسے شراب۔ شراب کے دھبہ کو نہیں چھپا سکتی۔ ویسے ہی قربانیوں میں خون بہانے سے گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔ (بھاگوت پران)

بھاگوت کے اس قول کو دیکھئے۔ اور یوگیشور کی اس تلقین کو

यज्ञदानतपः कर्म न त्याज्यं कार्यमेव तत् ।
यज्ञो दानं तपश्चैव पावनानि मनीषिणाम् ॥

قربانی۔ دان اور تپ۔ یہ تینوں کبھی نہ چھوڑنی چاہئیں۔ یہ انسان کو پاک وصاف کرتی رہتی ہیں۔ (بھگود گیتا)

اوپر قربانی کی عظمت کے بیان میں خود بھاگوت کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ نارائن وشنو کے حضور میں ایک گھوڑے کی قربانی کرنے سے تمام دنیا کے قتل کر دینے کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اور پھر ویاس مہاراج نے جو نصیحت یودھشٹھر کو کی ہے۔ اس میں بھی یہی تلقین ہے۔ کہ قربانی کرنے سے وہ جانوروں کی ہو یا انسان کی سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور بھگود گیتا میں قربانی پاک کنندہ گناہان لکھا ہے۔

شری کرشن اور ویاس جیسے مہاتماؤں کی شہادت کے مقابلہ میں قربانی کے مخالف لوگوں کے قول کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ اور کون دھرم پرست قربانی کے خلاف دم مار سکتا ہے۔

किं दुष्करैर्न क्रतुभि. तपोव्रतैर्दानादिभिर्वा द्युजयेन फल्गुना ।
न यत्र नारायणपादपङ्कजस्मृति' प्रमुष्टा तिशयेंद्रयोत्सवात् ॥

(۱۰) کیا کرنی ہیں ہمیں یہ وید کی بنائی ہوئی مشکل قربانیاں۔ اور کس کام کی ہیں یہ دشوار ریاضتیں۔ اور کس مصرف کے ہیں یہ روزے۔ اور خیرات جن سے بہشت ہی میسر آتا ہے جس کی لذتوں میں پڑ کر نارائن کی قدمبوسی کا خیال بھی نہیں آسکتا۔

**نوٹ:**۔ دیکھئے اس آرام کی زندگی کے عاشق کو جو محنت اور جانفشانی سے بچتا ہے۔ اور تن آسانی ڈھونڈتا ہے۔ کُنبہ پالنے کے بوجھ سے بھاگتا ہے روزہ رکھنے کی تکالیف سے ڈرتا ہے۔ خیرات دینے کو مصیبت سمجھتا ہے بھیک کے ٹکروں اور اوروں کے ڈالے ہوئے نوالہ پر جینے کو ہی شرف انسانیت سمجھتا ہے۔ یہ وید کے اس منتر کو نہیں پڑھتا۔

अन्नं च नो बहु भवेदतिथींश्च लभेमहि ।
याचितारश्च नो सन्तु मा च याचिष्म कंचन ॥

خدا ہمیں بہت رزق بخشے۔ تاکہ بہت سے مہمانوں کی ہم خاطر تواضع کرسکیں؛ خدا کرے بھاک منگے ہم سے مانگنے آئیں اور ہم کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔

اور پھر یوگی کا یہ خیال ملاحظہ ہو کہ بہشت ہمیں کیا کرنا ہے۔ اور دیکھئے والمیکی مہاراج وشنو کے اوتار رام مہاراج کی بابت فرماتے ہیں کہ رام

कुलोचितमतिः क्षात्रं स्वधर्मं बहुमन्यते ।

मन्यते यस्या प्रीत्या महत्स्वर्गफलं ततः ॥

(۱۱) اپنے خاندان کی شان کے موافق اپنے دھرم کی بڑی وقعت کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے بہشت کی بڑی نعمت نصیب ہو۔

کجا والمیکی اور رام جیسے بزرگ اور کجا ٹٹ پونجیا یوگی۔ کجا وہ فاتح عالی حوصلہ آریہ جو مہمانوں کے کھلانے کے لئے رزق کی افراط کے خواستگار تھے۔ خیرات بانٹنے کے آرزومند رہتے تھے۔ اور بھیک مانگنے سے شرماتے تھے۔ اور کجا یوگی جو اپنا جھیرا بھرنے کی فکر میں رات دن مارا مارا پھرتا ہے۔ آزادی اور غلامی کو۔ عزت اور ذلت کو۔ خوشی اور غم کو یکساں سمجھتا ہے۔ اپنے افعال کا بوجھ پرماتما پر ڈالتا ہے۔ انسان ہونے کی قدر نہیں جانتا۔ اور اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا۔ کیا خوب ہو کہ یہ اپنی حالت کو بدل ڈالے۔

(۱۲) لوگ وید کے سبز باغ کے پھولوں کی بھینی بو سے فریفتہ ہو کر اپنی عقل کو کند کر کے جانوروں کی قربانی جیسے سخت کام کرنے کے لئے سنگدل بن جاتے ہیں یہ دیکھ کر عقل والا شخص اپنی رائے کو بدل ڈالتا ہے۔ اور دشوار گذار وید کو چھوڑ کر آسانی سے ابدی بھگوان یوگیشور شری کرشن کا مرید ہو جاتا ہے۔ (بھاگوت ۶)

# یوگی کے قربانی سے ڈرنے کا سبب

परस्परद्रहन्ति विश्वस्ताः प्रेत्य खादन्ति ते च तान् ॥

اس دنیا میں جو لوگ خوشی خوشی جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔ ان کو ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ اس دنیا میں وہی جانور اپنے اپنے ذبح کرنے والوں کو کھائینگے۔

نوٹ:۔ یوگی ناحق ڈرتا ہے۔ یوں کیوں نہیں کہتا کہ اس دنیا میں اگر ذبیحہ

میرے سامنے آیا۔ تو فوراً میں اسکو پرمیشور کی نذر کروں گا۔ دیوتاؤں کو اور اپنے بزرگوں کو کھلاؤں گا۔ اور آپ کھاؤں گا ؂

ہمت بلند دار کہ نزدِ خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبارِ تو

پراشر رشی کا ایک مشہور شلوک اکثر سنا جاتا ہے۔ اگنی ہوترم گوالبھم
انسم پلہ پیترو کم۔ دیورات ستوت پتم کلو پنچہ ولیور جہ بیت۔
اگنی ہوتر کی رسومات۔ گائے کی قربانی۔ گوشت کا استعمال۔ گوشت والے کھانے کا شرادھ۔ دیور سے اولاد حاصل کرنے کے رواج کو کلی یگ میں ترک کر دینا چاہیئے۔

اس سے بھی گائے کی قربانی کا عام رواج اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔ گو اس زمانہ میں اسکو ادھرم کہتے ہیں۔ مگر آریا لوگوں کا دھرم قربانی ہی پر منحصر تھا۔ جب قربانی کو انہوں نے ترک کیا۔ دھرم ادھرم کہلانے لگا۔ اور آزادی چھن گئی۔ کیا خوب شلوک ہے۔

یاتی ادھو دھو گچھ تی اُچّیھی نزہ سو یمیوہ کرما بھیہ کوپیہ کھنیتا یدوت پراکار سیو کارہ کہہ۔ یعنی انسان اپنے ہی ہاتھوں کُوا کھودتے کھودتے نیچے دھنسا چلا جاتا ہے۔ اور اپنے ہی عمل سے بلند عمارت بناتے بناتے اوپر چڑھتا جاتا ہے۔

فقط

I enquired. He said he was told by many learned Mahatmas that *hinsa* (animal slaughter) was irreligious and that animal food was not in vogue in ancient India. On hearing his baseless opinion I contradicted him, and as a convincing proof informed him that the great Rishi Valmiki slaughtered a cow to entertain his distinguished guest the revered Vasishtha than whom there was no greater personality among the ancient sages, and that an interesting account of the feast would be found in the pages of Uttararama Charitum of the great Kavi Bhavabhooti, which I showed him on the spot. But he not knowing Sanskrit doubted the authenticity of the book. He could not believe that great Mahatmas like Dasharatha and Rama, would slaughter animals in sacrifices. Then I promised him a detailed account of the popularity of sacrifices of animals and of animal food in early days.

Now this promise on the one hand and the repeated enquiries of the inquisitive on the other, prompted me to write out what I have gathered from books that I have studied and to call it "Hindu Dharm main Yednya' (Animal Sacrifice In The Hindu Religion).

M. AHMED,

Prof. of Persian

Wilson College Bombay,

March 1925.

[N.B. — For more details please read the Urdu version]

appreciates the black eyes of a mother. But the Moslem thought of "privacy" of limbs prevailed in course of time, and the old mode of rhought disappeared and we hear no more of it now in polite society.

Similarly the fashion of keeping a Shikha (the long braid of hair grown by men on the skull) has been given up. But in provinces away from the Muslim influence, the Shikha is prominent.

Nations learn from nations and improve or degrade themselves. The fortunate make the most of opportunities Those who cling blindly to all what is old, have pertly been depicted and advised by an old Aryan poet who says "A man who is free to choose, why should he destroy himsell for an unwholesome spot simply because it is his birth place; and why should a man stoop to live upon salt water out of respect for the grand fathers well.

4. Similarly we hear from well-read men of today that meat is an abominable article of diet introduced by Musalmans.

Some five and twenty years ago I had the occasion to dine with a Kshattria friend of mine Babu P. L. at Indore in Central India. The usual meat dishes were served among others. After many years we met in Bombay and he dined with me without any scruple. Some three years back I saw him and invited him to dinner. He then informed me that he had given up animal food. "Why

even within the domestic circle. In her childhood she should be governed by the parents, in youth, by the husband, and after his death, by her sons. In short, a woman never deserves freedom.

It is an established fact that women were kept under strict survaillance, shut up within the four walls of the house, all over the ancient eivilised world We have just seen their position in India. Their condition in Persia, as ascertained from Shahnamehr is similar to that in India. The female apartments there, like the Indian Antehpurum, was closely guarded by the eunuchs A daughter of the king Afrasiyab, sings like Draupadi quoted above "I am Manizeh, the daughter of Afrasiab. No one excepting the sun, has ever seen me" Similar has been and is the condition of females in China

The Muslems of Egypt, Turkey, Arabia, Afghanistan and parts of the Punjab, follow the Burka system; and ladies are seen shopping and walking in the streets But people given to the Aryan mode of thought, yet cling to *parda* with great tenacity.

The Aryans in India, though they kept their females in seclusion, talked publicly of their what we call, "private" limbs: A gentleman accosts and addresses a lady with the epithet. "Sushroni" (of charming buttocks), a respectable husband talks of the hard and huge bosom of his wife, a father, fondly refers to his daughter "of thin waist," and a son

and friend in need of Rama, said on an occasion that he saw only the feet of Sita. The strict observance of *Parda* in the royal household of the Surya dynasty we have so far ascertained. Let us now examine the Pandava (Chandra dynasty) period. When the yogi Yudhishthira gambled away the empire and the royal household, and the Queen Draupadi was dragged into the assembly of the Kaurava rulers, then she addressed them as follows:

"I was seen by the rajas on the Svayemvara occasion No one had seen me before that time. It is a pity that I am again seen to-day by the strangers. I have never been seen even by the air or by the sun." "Is there anything more disgraceful than this that a chaste woman like myself be forced to appear in the public. Is it not a pity that the Rajas have forgotten their duty and the eternal Dharma We are told that the ancient people never exhibited their wives in public It is indeed a pity that the Kaurava nobles have ignobled their true Dharma."

In order to win over Shri Krishna, Dhirtrashtra proposed to send to him some valuable presents. Among them the open faced girls were specially commended. It is quite clear from this that an open face was a curiosity worth attention.

To give up *Parda*, is the first step towards the emancipation of women; but according to the Aryan law giver (Manu, Addh. 6) a female has no freedom

pleased conferred on Vasu raja a viman and told him that that was an exceptional favor which seldom falls to the lot of mortals: He would thereby be enabled to scour through the entire heavens like the gods.

Ravana and Rama too used that power in their turn just as they used elephants and horses. They made use of a heavenly gift: that did not mean that they were makers or inventors of that. We are not masters of the wonderful vehicles invented by the Amöricans and European gods, we are carried by to-day. There is not a word in the Ramayana to show that the vimanraja was earthly, the existence and action of the Kamagun (following the thought of the passenger) Viman was entirely spiritual." On listening to my explanation he said that though the traditional faith was not based on critical investigation, yet public-opinions extending through the ages was a sufficient proof of the truth of the belief

2. It was some years ago, in the town of Meerut, that I got the help of a learned Pandit to repeat the Ramayana of Valmiki. As we came across the description of Rama's marriage I happened to say "Is it not Panditji true that Sita at the time of Svayamwara was six years of age,' as I wanted to be confirmed in my inference. The Pandit, on the other hand, told me with certitude that the ancient Aryans seldom gave children in marriage. On hearing this, I turned over a few pages and showed him Sita's own

A few years ago I stood in need of a competent Pandit and was introduced to an old graduate by a friend. During our first meeting, and he never met me again, by chance there arose a talk about modern inventions. Regarding the air-ship he said that that was by no means a new thing, being an ancient Indian invention. This statement of his made me eager to know more details about the machine, or at least the name of the book describing it. He then referred me to the Ramavana. Not being satisfied I requested him to name some other authority. "Nothing could be more authentic than the work of Valmiki" he answered emphatically. "I have gone through the work seventimes, but have not found the discription of an airship in that" I rejoined. Being a little startled he enquired if I did not come across the name of the machine called 'Viman' by which Rama and his party travelled to Ayodhya. "I do know that for certain, but that was in no way an earthly invention The vimans were created by the Will of Brahma and bestowed upon gods in recognition of their devotions and austerities. Valmiki, referring to that on one occasion says (Rama 1. 5.) 'like a heavenly viman bestowed upon Sidhas (demi gods) for their tapa'; and similarly on another (Rama 6 927) 'viman created by the will power of Brahma."

Beside the Ramayana, the Mahabharata bears similar witness (vide Aadi p. 65): the god Indra being

# INTRODUCTION.

In the preface of my Sanskrit work "Dukhottaram Sukham" I have referred to the desire of many friends that I should write about the customs, social, moral, and religious, prevalent among the ancient Indians, as reflected in books There is, in fact no service better than that of enlarging the scope of information or widening the circle of Knowledge. Hence in the following pages an attempt has been made in that direction.

Regarding the social institutions of the ancient inhabitants of India, whatever I heard in my early life and throughout my school and College career, I took all that as truth. But during the last twenty odd years I have had the good fortune to go through some of the most important Sanskrit works and find to that many of the things talked of had no foundation in fact—all being fanciful ideals tending to deprave the young mind with vanity and poison it with undue pride: For example we are often told that flying machines existed in ancient India. We are also told that the *Pardah* System (seclusion of woman) did not prevail, that early marriage was then unknown, that animal food was not in vogue, and that all these and similar other evils were introduced by Musalmans.

# HINDU DHARM MAIN YEDNYA

OR

## Animal Sacrifice in the Hindu Religion.

BY

M. AHMED,

PROF. OF PERSIAN, WILSON COLLEGE, BOMBAY.

1825.

Price Annas Twelve.